کشورِ تدریس کے تاجدار

ملک المدرسین مولانا عطا محمد بندیالوی
قدس سرہ العزیز

محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ لاہور

کشورِ تدریس کے تاجدار

ملک المدرسین مولانا عطا محمد بندیالوی
قدس سرہ العزیز

محمد عبدالحکیم شرف قادری

مکتبہ قادریہ لاہور

۶۱
۹۲

بخدمت مکرمی جناب مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب سلمہ ربہ العالی

از طرف عطاء محمد از ڈھوکر دلھن السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکی مرسلہ تحریر شریف ہدایا ل میں موصول ہوگئی ہیں۔ آجکل صاحبزادہ صاحب
ہری پور شریف والے تشریف لائے اور انہوں نے بندہ کو حکم کیا کہ
مولوی عبد الحکیم صاحب آئندہ سال سے ہری پور میں خدمت تدریس انجام دیں
اور بندہ کو مجبور کیا کہ آپکو اس بارے میں گذارش کروں۔ بندہ نے انکو گذشتہ سال
کا قصہ سنایا کہ مولانا موصوف اپنی خوشی سے مجیرہ تشریف لیگئے لیکن انکو جواب
دے دیا۔ بہرحال بندہ نے سنا ہے کہ آپ بھی جامعہ نظامیہ سے کچھ برگشتہ ہیں
لہذا جنابکو لازم ہے کہ صاحبزادہ صاحب کے فرمان پر حتی المقدور غور فرماویں
جواب بھی ہو بندہ اطلاع دیں تاکہ انتظار کے شدائد سے نجات ہو

حررہ عطاء محمد

۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ
۱۸ اپریل ۱۹۶۲ء

ہدیۂ عقیدت

بحضور استاذ العلماء حضرت مولانا عطاء محمد صاحب چشتی گولڑوی

امینِ عظمتِ اسلاف سیّدی سندی — نگینِ خاتمِ اخلاف سیّدی سندی
دلیلِ مسلکِ انصاف سیّدی سندی — فروغِ مذہبِ احناف سیّدی سندی

نگارِ جامعِ اوصاف سیّدی سندی
بہارِ گلشنِ اشراف سیّدی سندی

تمہارے علم کی تابش سے جگمگا اُٹھے
تمام دہر کے اطراف سیّدی سندی

بفیضِ خواجۂ مہرِ علی تمہاری نظر — بنی ہے چشمۂ الطاف سیّدی سندی
تمہارے فیضِ ہمایوں سے بہرہ ور ہوتے — جو ہوتے صاحبِ کشاف سیّدی سندی

تمہارے فضل و کمال و جلال کا ڈنکا
بجا ہے قاف سے تا قاف سیّدی سندی

بناؤ نورِ نظر سے فقیر کا دل بھی
مثالِ آئینہ شفّاف سیّدی سندی

از نتیجۂ فکر: محمد اسماعیل الحسنی تھوال

گرامی قدر جناب مولانا العلامۃ مولوی عبدالحکیم صاحب زید مجدہ از طرف عطاء محمد از
ڈھمن السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ گزارش ہے کہ آپ کے پاس شرح تہذیب کا کوئی عمدہ
حاشیہ ہے حامل دعاء نامہ ہذا مولوی محمد مرتضےٰ اسکا فوٹو لینا چاہتا ہے اور بندہ کو
سفارش کے متعلق کہا ہے اسلئے بندہ جناب سے اپیل کرتا ہے کہ حامل کو فوٹو لیکے حاشیہ
عنایت فرمادیں بندہ مشکور ہوگا فقط والسلام

طالب الدعاء عطاء محمد از ڈھوک ڈھمن ڈاکخانہ پڑھرار
ضلع و تحصیل خوشاب

استاذ الاساتذہ ملک المدرسین مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی قدس سرہٗ

کی تقریظ رسالہ "غایة الاحتیاط فی جواز حیلة الاسقاط"

اَلحَمدُ لاھلہ وَالصّلٰوۃُ وَالسّلَامُ عَلیٰ اَھلِھا امابعدَ: حیلہ اسقاط ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہے جس کے جواز میں کسی اہل علم کو کلام نہیں ہو سکتا۔ منکرین اگرچہ نفس ایصال ثواب کا زبانی اقرار تو کرتے ہیں۔ لیکن اس کلی کے جملہ افراد کا انکار کرتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ دراصل ایصال ثواب کے ہی منکر ہیں یا اس کلی کو افراد کے بغیر مانتے ہیں جس کو مثل افلاطونیہ کہا جاتا ہے۔ کتنا ظلم ہے اگر اہلسنت اولیاء کرام کے توسل سے طلب حاجت کریں تو منکرین شرک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اور اگر بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کا التماس کریں تو منکرین بدعت کا حکم کرتے ہیں اب عوام بیچارے کدھر جائیں عزیز القدر حضرت مولانا الفاضل العلامہ المولوی محمد عبدالحکیم صاحب نے نہایت محققانہ انداز میں اس مسئلہ کے ہر پہلو پر کافی روشنی ڈالی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلسنت کو اس سے نفع عطا فرمائے مصنف کے لئے ایک حرف بھی کافی ہے اور معاند کے لئے دفاتر بھی بے سود ہیں۔

حررہ الفقیر الی اللہ الصمد المدعو بالحافظ عطا محمد الچشتی الگولڑوی عفی عنہ

۱

۷۸۶
۹۲

بخدمت مولوی محمد عبدالحلیم صاحب السلام علیکم گزارش ہے کہ براہ کرم

فی الحال تمام دوائر اور مداروں اور ان کے نام تحریر فرما دیں

مثلاً ۱۲ عدد برج اور ہر ایک کے نام معدل النہار اور منطقۃ البروج

اور افق کے درجات تین سو ساٹھ ۳۶۰ مداروں میں دو بڑے ہیں ایک

راس سرطان اور دوسری راس جدی خلاصہ یہ ہے برجوں میں

حیوانات کی تصاویر فی الحال چھوڑ دیں اور ضروری اشیاء

نقش کرا دیں جو کرہ مستعار لیا تھا وہ جلدی واپس کر دیا جائے۔

مزید یہ ہے بندہ کو فوری لکھ دیں کراچی کے پتہ پر اطلاع دیں تاکید مزید ہے

کراچی ۳۲ پی او بکس ۸۷۳۵ جامعہ حامدیہ رضویہ گلشن ر...

متصل کراچی یونیورسٹی مولوی عطا محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آسمان علم و حکمت کا نیر تاباں

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یکدانائے راز آید بروں

دنیائے تدریس کے تاج دار اور کشور علم و حکمت کے مسلم امام، حضرت علامہ مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی بندیالوی قدس سرہ العزیز 4 ذیقعد بمطابق 21 فروری 1419ھ / 1999ء کو دار فانی سے رحلت فرما کر اللہ رب العزت جل مجدہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے----- انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی تغمدہ اللہ تعالیٰ برحمتہ و غفرانہ و اسکنہ فسیح جنانہ، اللہ تعالیٰ کے عباد مخلصین، سرکار دوعالم نور مجسم ﷺ کے سچے غلاموں میں سے تھے۔ ان کی اسلامی خدمات جلیلہ کی بنا پر انہیں رشد و ہدایات کا مینار اور اسلام کا ستون کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا------

ان کی زندگی کا سنہرا واقعہ یہ ہے کہ 23 مارچ 1984ء کو بادشاہی مسجد، لاہور میں ایک بدبخت نے نعرہ رسالت کے جواب میں ایمان سوز نعرہ بلند کیا----- جس سے پورے ملک کے اہل محبت آتش زیرپا ہو گئے----- اس سلسلے میں متعدد اجلاس ہوئے----- 21 مئی کو ملک بھر کے علماء و مشائخ کا جو اجلاس حزب الاحناف، لاہور میں منعقد ہوا۔ اس کی صدارت حضرت ملک المدرسین نے فرمائی----- اہل سنت کا مطالبہ حکومت سے یہ تھا کہ گستاخ کو گرفتار کر کے سزا دی جائے اور شاہی مسجد کے خطیب کو برطرف کیا جائے ورنہ ہم 21 مئی کو بادشاہی مسجد میں یا رسول اللہ کانفرنس منعقد کریں گے----- گورنر

پنجاب نے مطالبات سن کر ان پر غور کرنے کا وعدہ کیا۔ خصوصی اجلاس کے بعد حزب الاحناف' لاہور ہی کے پنڈال میں جلسہ عام منعقد کیا گیا----- عوام سے جب دریافت کیا گیا کہ گورنر کی یقین دہانی کے باوجود شاہی مسجد چلنا ہے؟ تو سب نے کہا کہ ضرور جانا ہے۔ سوا پانچ بجے بعد دوپہر جلوس روانہ ہوا' علامہ سید محمود احمد رضوی علالت کے باوجود جلوس کی قیادت کر رہے تھے----- عوامی جوش و خروش دیکھ کر پولیس نے راستے سے رکاوٹیں ہٹا دیں----- اس طرح جلوس بخیریت شاہی مسجد پہنچ گیا۔

علامہ سید محمود رضوی سخت علیل تھے اس لیے وہ شاہی مسجد میں دعا کر کے واپس آ گئے' ان کے علاوہ دیگر علماء بھی چلے آئے----- لیکن خیر آبادی کچھار کا شیر علامہ عطا محمد بندیالوی وہیں بیٹھا رہا' یہاں تک کہ بعد میں کچھ دیگر علماء اور کثیر عوام بھی آ گئے اور اس طرح یا رسول اللہ کانفرنس شروع ہو گئی۔ جو رات ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہی۔

حضرت نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

یا رسول اللہ کانفرنس کو فرقہ واریت قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ ملک محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا۔ اگر اس میں ناموس مصطفیٰ ﷺ کا تحفظ نہیں ہو سکتا تو واہگہ بارڈر ختم کر دو----- میں خیر آبادی ہوں' چاپلوسی سے کام نہیں لوں گا۔ قاتل نامعلوم ہو تو پرچہ کاٹ دیا جاتا ہے۔ شاہی مسجد کے معاملے پر پرچہ کیوں نہیں کاٹا گیا-----؟ گورنر سے بات ہوئی' اس نے ہمیں ٹالنے کے لیے کہا کہ یہ وفاقی مسئلہ ہے----- ہمارا مطالبہ ہے کہ اسے تبدیل کیا جائے----- میں نے مسجد شہید گنج کی تحریک دیکھی اور امیر ملت کی زیارت بھی کی' اس تحریک میں انگریز کی گولیاں کھا کر چھ چھ مسلمان گرتے رہے----- یہ تحریک اس سے بھی اہم ہے' تحریک پاکستان بھی دیکھی' یہ تحریک اس سے بھی اہم ہے----- یہ تحریک پاکستان کے مقصد کی حفاظت کے لیے ہے----- ہم نے تحریک ختم نبوت بھی دیکھی----- کسی قادیانی کی جرات نہیں ہے کہ وہ مردہ باد کا نعرہ لگائے----- کیا آپ ناموس رسالت کے لیے قربانی دینے کے لیے تیار

ہیں؟----- سب نے بیک زبان کہا ہم تیار ہیں۔ رات کے ساڑھے بارہ بجے یہ کانفرنس سلام اور دعا کے بعد اختتام کو پہنچی۔

وہ ضلع خوشاب کے دور افتادہ گاؤں ڈھوک دھمن میں 1916ء میں پیدا ہوئے----- نادر روزگار اساتذہ سے کسب فیض کر کے آسمان علم و فضل کے آفتاب جہاں تاب بنے----- ان کا سلسلہ تلمذ صرف دو واسطوں' فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی اور علامۃ العصر مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری کے ذریعے منطق و حکمت اور کلام کے امام' علامہ فضل حق خیر آبادی تک پہنچتا ہے----- استاذ الاساتذہ مولانا مہر محمد اچھروی کے تلمذ نے انہیں سرچشمہ علم و دانش بنا دیا---- نوعمری میں مہر عالم تاب حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے دست اقدس پر بیعت سے سرفراز ہوئے------ 1948ء میں جب حضرت خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی (بابو جی) ایک سو افراد کے ہمراہ بغداد شریف حاضر ہوئے تو حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کے پاس ان کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔

تاریخ اسلام کی ان نابغہ روزگار ہستیوں کے فیض صحبت نے استاذ الاساتذہ کو دنیائے علم و حکمت کا ایسا فانوس بنا دیا جس کے گرد علوم دینیہ کے مشتاق پروانہ وار حاضر ہوتے تھے----- شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی جن کی بارگاہ کے خوشہ چین ہیں----- شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی (فیصل آباد) جن کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں----- مشہور مفسر قرآن اور صاحب ضیاء النبی جسٹس پیر محمد اکرم شاہ ازہری جن کے فیض یافتہ ہیں------ شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی جن کے تربیت یافتہ ہیں----- شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی جن کے علوم و معارف کے مظہر ہیں----- فقیہ جلیل علامہ محمد عبدالحق بندیالوی جن کے علمی فیضان کے جانشین ہیں----- مولانا علامہ ابو الفتح اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ (واں بھچراں) جن کے تبحر علمی کا خزانہ تھے----- علامہ غلام محمد تونسوی (فیصل آباد) جن کی شان تدریس کا نمونہ ہیں----- علامہ محمد رشید نقشبندی سابق قاضی آزاد کشمیر رحمۃ اللہ علیہ جن کی علمی و قانونی موشگافیوں کے امین تھے----- علامہ محمد

ابراہیم سکھروی جن کی فقاہت کا عکس جمیل ہیں----- علامہ محمد فضل سبحان (مردان) جن کے تبحر کے وارث ہیں----- علامہ احمد علی سندیلوی لاہور جن کے اخلاص کا پرتو ہیں----- علامہ عبدالرحمٰن حسنی شاہ والہ اور علامہ محمد اسماعیل جوہر آباد جن کے پروردہ ہیں----- راقم الحروف محمد عبدالحکیم شرف قادری کو بھی ان کے قدموں میں چند دن بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت ملک المدرسین کی رحلت سے وہ یادگار اسلاف مسند علمی خالی ہو گئی ہے جسے شاید ہی کئی مدرس پر کر سکے----- لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آپ نے ایک سو سے زیادہ فاضل مدرسین درس نظامی کی عظیم جماعت تیار کی' جس کا فیض آج پورے پاکستان کے مدارس اہل سنت میں جاری و ساری ہے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو قیامت تک جاری رہے گا----- آج پورے ملک کے مدارس آپ ہی کے فیض سے آباد ہیں۔

دیگر مدارس کے برعکس آپ کا طریق کار یکسر منفرد تھا----- آپ کے ہاں طلباء کے داخلے کا رجسٹر تھا اور نہ ہی روزانہ حاضری کا معمول----- طلباء کا ششماہی یا سالانہ امتحان ہوتا تھا اور نہ جلسہ دستاربندی----- فارغ ہونے والے فضلاء کو سند بھی نہیں دی جاتی تھی----- اس کے باوجود نتیجہ سو فیصد ہوتا' وہاں سے فارغ ہونے والا ہر فاضل' تدریس کے قابل ہوتا' ملک بھر کے مدارس میں حضرت استاذ الاساتذہ کے تلمذ کی نسبت ہی سند تسلیم کی جاتی----- اور ان کے شاگرد کو بخوشی مدرس رکھ لیا جاتا----- فی الواقع آپ کی نسبت بڑی فیض بخش ہے۔

آپ کا زندگی بھر کا یہ معمول رہا ہے کہ ہر کتاب کا باقاعدہ مطالعہ کر کے پڑھاتے----- اس کا نتیجہ یہ تھا کہ مشکل سے مشکل مقام کو بھی پورے شرح صدر سے بیان فرماتے----- مطالعہ کے دوران طلبہ بعض مقامات کو انتہائی مشکل محسوس کرتے----- لیکن آپ اس مقام کو بیان کرنے سے پہلے بطور تمہید کچھ مقدمات بیان فرماتے اور اس کے بعد جب اس مقام کی تقریر کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ وہ مقام تو کچھ بھی مشکل نہیں ہے----- آپ کے انداز بیان کا یہ کرشمہ

تھا کہ نظریات کو بدیہیات بنا دیتے تھے۔۔۔۔۔ اسی لیے ایک دفعہ حضرت مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری نے فرمایا کہ بندیال میں علم پڑھایا نہیں جاتا' پلایا جاتا ہے۔۔۔۔۔ اور حضرت مولانا اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ استاذ جب مطول پڑھاتے ہیں اور اس کے مخفی گوشوں کو بے نقاب کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ علامہ تفتازانی خود اپنی کتاب پڑھا رہے ہیں۔۔۔۔۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر علامہ تفتازانی یا میر سید شریف جرجانی آپ کو پڑھاتے ہوئے دیکھتے تو صدبار مرحبا اور آفرین کہتے۔

حضرت استاذ الاساتذہ کی یہ کرامت کہئے کہ طلباء میں علم کا شوق جنون کی حد تک پہنچ جاتا تھا۔۔۔۔۔ طلباء کے مطالعہ کرنے کی بالکل نگرانی نہیں ہوتی تھی' اس کے باوجود کیا مجال کہ کوئی طالب علم بغیر تیاری اور مطالعہ کے کلاس میں داخل ہو جاتا۔۔۔۔۔ منطق و فلسفہ کی کتابوں میں موقع کی مناسبت سے عقائد اہل سنت کی اس طرح وضاحت فرماتے کہ کوئی شبہہ باقی نہ رہتا۔

ملک المدرسین اپنے مشائخ اور اساتذہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔۔۔۔۔ لاہور تشریف لاتے تو محسن اہل سنت مولانا مہر محمد اچھروی کے مزار پر ضرور حاضری دیتے اور طلبہ کو بھی تاکید فرماتے کہ حضرت استاذ صاحب کے مزار پر ضرور حاضری دیا کرو۔۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے بھی گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے ایک دفعہ فرمایا:

> بظاہر مجھے اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے شرف تلمذ نہیں مل سکا' تاہم میرے اکثر اساتذہ محدث بریلوی (قدس سرہ) کا ذکر خیر محبت کے طور پر کیا کرتے تھے۔۔۔۔۔ اور خود مجھے کتابیں پڑھنے کا شعور آیا تو اعلیٰ حضرت کی کتابوں نے میرے مطالعہ میں وسعت پیدا کی۔ کوئی عنوان ایسا نہیں جس پر امام اہل سنت کے قلم نے کوئی پہلو تشنہ چھوڑا ہو۔ اسی لیے میں اپنے اساتذہ کی طرح اعلیٰ حضرت کو بطور حجت پیش کرتا ہوں۔

معاصرین میں حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی

قادری، غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری، فقیہہ اعظم مولانا محمد نور اللہ نعیمی، عالم تبحر مولانا مفتی محمد امین الدین، کامونکی، علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور علامہ محمد عبد الحق بندیالوی سے حد درجہ محبت رکھتے تھے----- محدث اعظم پاکستان کے بارے میں فرمایا:

> حضرت مولانا سردار احمد علیہ قرن اول کے اسلاف کا نمونہ، محبت کا پیکر اور عشق رسول ﷺ میں ان کا انگ انگ گندھا ہوا تھا۔ وہ تمام عقلی اور نقلی علوم کو عشق رسول کے نمونہ میں دیکھتے تھے۔ انہوں نے اہل سنت کی بے پناہ فکری اور علمی خدمت کی، اعلیٰ حضرت بریلوی (قدس سرہ) کا سچا نمونہ تھے----- مجھے ان سے تعلقات پر فخر ہے۔

حضرت ملک المدرسین پورے خلوص کے ساتھ اسلامی سیاست پر یقین رکھتے تھے۔ وہ نہ صرف دل سے پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے حامی تھے----- بلکہ وہ اس امر کے داعی تھے کہ ایسے شخص کو سربراہ مملکت منتخب کیا جائے جو امام المسلمین کی اسلامی شرائط کا جامع ہو----- یعنی مسلمان عاقل و بالغ، احکام اسلامیہ اور حدود شرعیہ کے نفاذ پر قادر ہو اور قریشی ہو، جیسے کتب عقائد میں تصریح کی گئی ہے----- 1946ء میں حضرت پیر محمد کرم شاہ ازہری کے والد ماجد پیر محمد شاہ علیہ کے ساتھ علاقے کا دورہ کیا اور پاکستان کا پیغام عوام و خواص تک پہنچایا----- جمعیت العلماء پاکستان کے سینئر نائب صدر رہے اور آخر دم تک علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کا ساتھ دیا----- نظریاتی کونسل کے ممبر بھی رہے۔

حضرت ملک المدرسین کی دیانت و امانت کا اندازہ خود ان کے بیان کردہ واقعہ سے کیا جا سکتا ہے----- سرگودھا کے دو بڑے زمینداروں میں اربوں روپے کی جائیداد کا جھگڑا تھا----- دونوں سیال شریف کے مرید تھے۔ ملکی کچہریوں سے تھک ہار کر دونوں نے حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کو شرعی ثالث مقرر کیا----- حضرت شیخ الاسلام نے حضرت ملک المدرسین کو اپنا معاون وکیل مقرر کیا----- ایک فریق کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے ملک

المدرسین سے ملاقات کر کے انہیں بڑی رشوت کی پیش کش کی----- جسے ملک المدرسین نے پوری شدت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔

مختصر یہ کہ وہ علماء حق کی سچی یادگار تھے----- اسلاف کا نمونہ تھے----- بلا شبہ بحرالعلوم اور مجمع الکمالات تھے----- قول و فعل کے تضاد سے کوسوں دور تھے----- اخلاص و للہیت کا پیکر جمیل تھے----- عقیدے کے متصلب اور معاملات کے کھرے تھے----- وہ طلبہ سے کسی داد و تحسین کے خواستگار تھے اور نہ ہی معاوضہ کے طالب----- وہ بارہا طلباء کو فرمایا کرتے تھے کہ میری آمد پر کھڑے نہ ہوا کریں----- وہ اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ طلباء ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیں----- یہ الگ بات ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی ایسے بین الاقوامی سکالر اور مبلغ اسلام ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھے گئے----- اور جب انہیں آخری غسل دیا گیا تو علم و عمل کے پیکر اور دینی و دنیاوی جاہ و جلال کے مالک علامہ محمد عبد الحق بندیالوی نے ان کے پاؤں کو بوسہ دیا۔

20 فروری 1999ء کو راقم جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ کی مسجد میں نماز ظہر ادا کر کے فارغ ہوا تو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے مدرس مولانا خادم حسین سے ملاقات ہوئی' اس وقت وہ غم و اندوہ کی مجسم تصویر نظر آ رہے تھے----- پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگے حضرت استاذ صاحب رحلت فرما گئے ہیں----- پوچھا کون سے استاذ؟ کہنے لگے بڑے استاذ! ہمارے ماحول میں یہ لقب ایک ہی شخصیت کے لیے بولا جاتا ہے----- یہ سن کر راقم سناٹے میں آ گیا----- دل پر ایک چوٹ سی لگی----- بجز صبر کے کیا چارہ تھا؟----- انا للہ و انا الیہ راجعون----- وہ جو علوم دینیہ کی عظمتوں کے امین تھے داغ مفارقت دے گئے----- درس نظامی کی رفعتوں کے پاسبان اپنے پیارے خالق و مالک کے حضور حاضر ہو گئے----- ہم بھی ایک وقت اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین متین کی خدمت میں وہ استقامت عطا فرمائے جو انہیں عطا فرمائی تھی----- حیات مستعار کے آخری دنوں میں جب وہ بغیر

سہارے کے اٹھنے اور لیٹنے کی سکت نہیں رکھتے تھے' ان دنوں بھی مولانا نذر حسین گولڑوی کو شرح وقایہ' نور الانوار اور میبندی ایسی کتابوں کا درس دیتے رہے----- وفات سے ایک دن پہلے مولانا نذر حسین گولڑوی نے ذالک الکتاب لا ریب فیہ (الایہ) کے بارے میں ایک اشکال پیش کیا تو اس کا تفصیلی جواب ارشاد فرمایا----- اللہ اللہ! دین متین کی خدمات جلیلہ کی کیا برکت تھی؟ کہ چوراسی سال کی عمر میں آخری دم تک ہوش و حواس بحال تھے۔

رات کے بارہ بجے راقم الحروف صاحبزادہ مولانا محمد سردار احمد' حبیب آباد اور مولانا علی احمد سندیلوی کے ہمراہ استاذ الکل کی آخری زیارت اور ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے لاہور سے روانہ ہوا۔ ہم لوگ صبح چار بجے ڈھوک دمن (ضلع خوشاب) پہنچ گئے----- حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ کے ہمراہ صبح چھ بجے روانہ ہوئے----- مولانا علامہ غلام نبی مہتمم دارالعلوم حامدیہ رضویہ' کراچی' مفتی محمد رفیق الحسنی' مولانا محمد ناظر چار پانچ حضرات کراچی سے لاہور اور لاہور سے روانہ ہو کر صبح پانچ بجے "بڑے استادوں" کے گاؤں پہنچ گئے----- پھر تو آنے والوں کی قطار لگ گئی۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کے ساٹھ ستر طلباء ایک سپیشل بس میں پہنچے۔

حضرت ملک المدرسین کے صاحبزادے فداء الحسن سراپا غم بنے مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے----- حضرت کے داماد مولانا قاری محمد بشیر سیالوی' مدرس درس بڑے میاں صاحب اور مولانا حافظ محمد حسین گولڑوی' لاہور تجہیز و تکفین کے انتظام میں معروف تھے۔ حضرت کے نادر روزگار شاگرد مولانا نذر حسین گولڑوی دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے----- ان کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی----- انہوں نے تیرہ سال کا طویل عرصہ حضرت استاذ گرامی کی بے لوث خدمت کی ہے----- لیکن استاذ گرامی نے بھی انہیں محروم نہیں رکھا----- آخر دم تک اپنی تمام روحانی و جسمانی قوتیں مجتمع کر کے انہیں پڑھاتے رہے۔

مولانا نذر حسین مجھے حضرت کی لائبریری میں لے گئے----- کہنے لگے کہ حضرت استاذ گرامی نے مجھے فرمایا تھا کہ علامہ شامی نے رد المختار میں جو کلمات

مبارکہ درج کیے ہیں' میرے کفن پر لکھنا----- راقم نے اس حکم کی تعمیل کی----- پھر غسل کا اہتمام کیا گیا----- راقم کے علاوہ علامہ محمد حنیف' خطیب بغدادی جامع مسجد قائد آباد' مولانا قاضی محمد مظفر اقبال لاہور' مولانا علی احمد سندیلوی لاہور اور مولانا نذر حسین گولڑوی شریک ہوئے' زیادہ تر یہ خدمت مولانا محمد حنیف صاحب نے انجام دی----- حضرت علامہ محمد عبد الحق بندیالوی مد ظلہ بھی تشریف لے آئے اور غسل کے بارے میں ہدایات دیتے رہے----- مولانا حافظ عبد الغفور پدھراڑوی کے بھائی محمد اقبال اور بھانجے مولانا محمد طارق بھی شریک ہوئے----- غسل کے بعد آب زمزم میں تر کیے ہوئے کفن کو معطر کیا گیا----- اور استاذ گرامی کے زیب تن کیا گیا۔

حسب پروگرام ساڑھے دس بجے علم و فضل کے ہمالہ کا جنازہ وسیع میدان میں آہوں' سسکیوں اور کلمہ طیبہ کے ورد کے جلو میں پہنچایا گیا----- دیکھنے والوں نے بچشم حیرت دیکھا کہ ضلع خوشاب کے ایک دور افتادہ گاؤں ڈھوک دھمن میں عوام و خواص کا جم غفیر نماز جنازہ میں شرکت کے لیے مجتمع تھا----- بڑے بڑے شہروں میں بھی اتنے علماء و مشائخ کا اجتماع نظر نہیں آتا جو اس دور افتادہ گاؤں میں دیکھنے میں آیا----- مولانا علامہ غلام رسول رضوی' شارح بخاری' علامہ مقصود احمد خطیب حضرت داتا صاحب' علامہ محمد اشرف سیالوی' علامہ سید حسین الدین شاہ راولپنڈی' مولانا سید ریاض حسین شاہ ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان' مولانا محمد یعقوب ہزاروی' مولانا عبدالرشید قریشی' مولانا اسحاق ظفر راولپنڈی' مولانا محمد ابراہیم واں بھچراں' مفتی محمد خاں قادری لاہور' ملک محبوب الرسول لاہور' صاحبزادہ عبد المالک میانوالی' مولانا عبد الحلیم چکوال' علامہ غلام محمد سیالوی چیئرمین مرکزی بیت المال' مولانا فضل رسول سرگودھا' صاحبزادہ رب نواز سیال شریف' مولانا عبد الرحمان حسنی' مولانا محمد اسماعیل شاہ والہ----- جنازہ تیار تھا کہ علامہ سعید احمد اسعد' علامہ غلام محمد تونسوی' صاحبزادہ حبیب امجد گاڑی سے اترتے ہوئے دکھائی دیے' اسی وقت تنظیم الاخوان کے سربراہ محمد اکرم اعوان بھی پہنچے----- یہ چند نام ہیں' ورنہ بہت سے حضرات کے نام محفوظ نہیں رہ سکے۔

جس کے لیے معذرت خواہ ہوں----- غرض یہ کہ بڑے بڑے علماء و مشائخ ملت اسلامیہ کے عظیم محسن کا آخری دیدار کرنے کے لیے جمع تھے----- سوا گیارہ بجے پیر صاحب سیال شریف خواجہ حمید الدین نے نماز جنازہ پڑھائی۔

بارہ ساڑھے بارہ بجے مولانا حافظ عبدالغفور پدھراڑوی سے ملاقات ہوئی----- پوچھا کہ آپ تو عارضہ قلب کا علاج کروانے انگلینڈ گئے ہوئے تھے' یہاں کیسے پہنچ گئے؟----- کہنے لگے میں نے کل سرگودھا فون کر کے حضرت استاذ گرامی کی خیریت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ "بڑے استاد" رحلت فرما گئے ہیں----- میں اسی وقت انگلینڈ سے چل پڑا اور ابھی یہاں پہنچا ہوں۔

تقریباً" ایک بجے دوپہر سینکڑوں علماء نے اس "دانائے راز" کی قصیدہ بردہ اور نعتوں کی گونج میں تدفین کی۔ اور آفتاب علم و حکمت پس پردہ چلا گیا۔

عصر کے وقت حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف صاحبزادہ نصیر الدین نصیر مدظلہ تشریف لائے مزار شریف پر حاضری دی اور ایصال ثواب کیا----- وہ غم اور صدمے سے نڈھال تھے----- روتے ہوئے درخواست کی کہ استاد جی! قیامت کے دن مجھ سے باز پرس نہ کرنا کہ اتنی دیر سے کیوں پہنچے؟ میری گاڑی راستے میں خراب ہو گئی تھی----- اور یہ میری زندگی کا پہلا واقعہ ہے۔ مجھے اپنے جنازہ میں شریک سمجھیں۔

رہے نام اللہ تعالٰی کا اور اس کے حبیب پاک ﷺ کا

عصر حاضر کے سب سے بڑے استاذ کی رحلت مقامی' علاقائی یا ملکی سطح کا نہیں' بلکہ بین الاقوامی سانحہ ہے----- اگر اللہ تعالٰی حجابات دور فرما دے تو آپ اپنے کانوں سے دینی مدارس کے درو دیوار کو نوحہ کناں سن سکتے ہیں----- کیا یہ قیامت صغریٰ نہیں ہے؟ کہ اہل سنت کے علماء تیزی سے اٹھتے جا رہے ہیں----- علم و فضل کی راجدھانی کے شہ نشین کی رحلت پر سنی صحافت نے جس سرد مہری کا مظاہرہ کیا ہے اس پر اظہار افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں خواب غفلت سے بیدار فرمائے اور محدود دائروں سے نکلنے کی توفیق عطا فرمائے----- اغیار نے کھلے لفظوں میں امام المدرسین کی رحلت کو حادثہ عظیم قرار دیا ہے اور بہت بڑا علمی و دینی نقصان قرار دیا ہے۔

اُستاذُالکُل، مَلک المدرسین مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی

موجودہ دور کے شیخ رئیس، خیرآبادی فضلاء کے علمی جانشین، مہرِ عالم تاب حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ کے مریدِ صادق، حضرت خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی بابوجی رحمہ اللہ تعالیٰ کے منظورِ نظر مرید، استاذ الاساتذہ مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی وہ یکتائے روزگار مدرس ہیں، جنہوں نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک مسندِ تدریس کو زینت بخشی اور اہلِ سنت و جماعت کو لائق اور محنتی مدرسین کی بہت بڑی جماعت فراہم کی۔ حقیقت یہ ہے کہ اہلِ سنت و جماعت کے مدارس آپ ہی کے فیض یافتہ مدرسین کی بدولت آباد ہیں اور اس معاملے میں پورے ملک میں ان کا کوئی مدِمقابل نہیں ہے۔ پوری قوم ان کے احسانات کے بار سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

ولادت و نسب

آپ اعوان قوم کے متوسط زمیندار ملک اللہ بخش اعوان (م ۱۹۵۳ء) ابن غلام محمد ابن محمد چراغ رحمہم اللہ تعالیٰ کے گھر ۱۹۱۶ء میں موضع بندھرال، ضلع خوشاب میں پیدا ہوئے۔ آپ کے چار بھائی تھے، جن میں سے مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ عالمِ جوانی میں انتقال کر گئے۔ انہوں نے تمام کتبِ درسیہ آپ سے پڑھیں اور دورۂ حدیث بریلی شریف میں حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کیا۔

تحصیلِ علم

آپ نے موضع وسنال، ضلع چکوال میں حافظ الٰہی بخش رحمہ اللہ تعالیٰ سے تین سال کے عرصے میں قرآن پاک حفظ کیا۔

وہیں قاضی محمد بشیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے فارسی کی ابتدائی کتابیں کریما، نام حق پڑھیں۔ ۱۹۳۳ء میں اُستاذ العلماء، مرجع الفقہاء مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۷ء) کی خدمت میں بندیال ضلع خوشاب حاضر ہوئے اور سات سال کے عرصے میں صرف، نحو اور فقہ کی مختلف کتابوں کے علاوہ اُصولِ فقہ کی حسامی اور منطق کی قطبی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اس عرصے میں اُستاذِ محترم کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، یہاں تک کہ اُستاذِ گرامی علیل ہو گئے اور چھ ماہ تک اسباق کا سلسلہ منقطع رہا۔ اس کے باوجود حسبِ سابق خدمت گزاری کا سلسلہ جاری رہا، اور کسی دوسری جگہ جانے کا خیال تک نہ کیا۔ آخر خود اُستاذ العلماء کے فرمانے پر علامۂ زماں حضرت مولانا مہر محمد قدس سرہ کی خدمت میں اچھرہ، لاہور چلے گئے، لیکن نیازمندی کا یہ عالم تھا کہ تعطیلات کے موقع پر پہلے استاذِ مکرم کی خدمت میں بندیال حاضری دیتے، پھر والدین کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اساتذہ کی یہی عقیدت و محبت تھی جس نے آپ کو دُنیائے تدریس کا بدرِ منیر بنا دیا۔ آج اگر طلبہ میں وہ قابلیت اور رسُوخ فی العلم نہیں ہے، تو اُس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اساتذہ کا وہ ادب و احترام باقی نہیں رہا، جو کسی وقت دینی مدارس کے طلبہ کا طُرّۂ امتیاز تھا۔

حضرت ملک التدریس مدظلہ دو سال جامعہ فتحیہ، اچھرہ، لاہور میں رہے اور حضرت علامۃ العصر مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مختصر المعانی، مطوّل، مُلا حسن، قاضی مبارک، حمد اللہ، شرح عقائد خیالی اور امورِ عامہ وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ ان ہی سے حدیث میں مشکوٰۃ شریف اور مسلم شریف پڑھی۔ چھ ماہ موضع انگھی (گجرات) میں منطق و فلسفہ کی بعض کتابیں پڑھیں۔ پھر لاہور واپس آکر استاذ الاساتذہ مولانا علامہ محب النبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے جامعہ نعمانیہ، لاہور میں شمس بازغہ، اور شرح عقائد خیالی پڑھیں۔

حضرت مولانا محب النبی رحمہ اللہ تعالیٰ جلیل القدر فاضل اور بلند پایہ مدرس ہونے کے باوجود انتہائی منکسر المزاج اور تکلف سے بے نیاز شخصیت تھے، جُبّہ و کُلاہ اور ظاہری آرائش و نمائش سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔ ایک دفعہ راقم نے ان سے پوچھا کہ حضرت مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی نے آپ سے کچھ پڑھا ہے؟ فرمانے لگے: انہوں نے مجھے کہا تھا کہ میری چند کتابیں رہتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سال پڑھ لی جائیں تاکہ آئندہ پورا سال ان کے لئے صرف نہ کرنا پڑے۔ میں نے انہیں کہا کہ میرے ساتھ تکرار کر لیا کریں اور اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو پوچھ لیا کریں۔ اُن کا جواب سُن کر مجھے حیرت ہوئی کہ عصرِ حاضر کے نامور مدرس کا استاذ ہونے پر کسی فخر کا اظہار نہیں کیا، بلکہ اس سادگی سے واقعہ بیان کر دیا جیسے یہ کوئی غیر معمولی بات ہی نہ ہو۔

اس کے علاوہ ملک التدریس مدظلہ نے بھیرہ ضلع سرگودھا میں فاضل اجل مولانا علامہ غلام محمود رحمہ اللہ تعالیٰ سے تصریح، شرح چغمینی وغیرہ کتابیں پڑھیں جن کا تکملہ پر حاشیہ تحفہ سلیمانیہ اور تصنیف لطیف نجم الرحمٰن مصنف کے تبحر علمی پر شاہد ہے۔

۱۹۴۸ء میں حضرت خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی (بابوجی) رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغداد شریف حاضر ہوئے۔ اسی موقع پر جامع امام اعظم (بغداد شریف) کے خطیب حضرت علامہ مولانا شیخ عبد القادر آفندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث اور فقہ کی سند حاصل کی۔

مقاماتِ تدریس

تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد ۱۹۴۰ء میں تدریس کا آغاز کیا اور مختلف مدارس میں تشنگانِ علوم کو سیراب کیا۔ دو سال مدرسہ فتحیہ، اچھرہ، لاہور، اسی زمانے میں حضرت

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا علامہ غلام رسول رضوی مدظلہ العالی شارح بخاری نے آپ سے تفسیر بیضاوی اور اقلیدس وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ ایک سال دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں فرائض تدریس انجام دیئے۔ اسی دور میں شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد مدظلہ العالی نے آپ سے بیضاوی شریف، ہدیہ سعیدیہ، اور مختصر المعانی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ ایک سال مدرسہ اسلامیہ، رانیاں، ضلع حصار، اور تین سال جامعہ محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف میں پڑھایا۔ ان دنوں مفسر قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ مدظلہ العالی فاضل عربی کی تیاری کر رہے تھے، انہوں نے اشارات، ابن سینا کے کچھ اسباق پڑھے۔ آٹھ سال دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف؛ ایک سال جامعہ غوثیہ، گولڑا شریف، اور تقریباً تیئیس ۲۳ سال جامعہ مظہریہ امدادیہ، بندیال، ضلع خوشاب میں مسندِ تدریس کو زینت بخشی۔ اسی دور میں راقم الحروف نے آپ کے دریائے علم سے اکتساب فیض کیا۔ دو سال وڑچھہ شریف، ضلع خوشاب، تین سال دارالعلوم حامدیہ، کراچی، تین سال مکھڈ شریف، تین سال دارالعلوم محمدیہ بھکھی شریف، اس کے بعد جامعہ مظہریہ امدادیہ، بندیال، ضلع خوشاب میں علم و حکمت کا فیضان جاری رکھا۔ اِن دنوں صاحبِ فراش ہیں اور مولانا نذر حسین سلمہ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ ان سے استفادہ بھی کر رہے ہیں اور جانفشانی کے ساتھ خدمت کی سعادت بھی حاصل کر رہے ہیں۔

اَوصافِ کریمہ

آپ نہایت خوش اخلاق، ملنسار اور متواضع شخصیت کے مالک ہیں۔ آفتاب علم و فضل ہونے کے باوجود عُجب، خود بینی اور ریاکاری سے دُور کا واسطہ بھی نہیں رکھتے طلباء اور عوام سے نہایت سادگی اور بے تکلفی سے گفتگو فرماتے۔ طلبہ کو تاکیدی

حکم ہوتا تھا کہ میرے آنے پر کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں، بیٹھے رہا کرو، مبادا کسی وقت تم نہ اُٹھو تو میرے دل میں خیال پیدا ہو کہ یہ میری تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوئے، تو یہ امر میرے لئے نقصان دہ ہوگا، اپنے گاؤں ڈھوک ڈھمن کسی محفل میں تشریف لے جاتے، تو حاضرین ازراہِ احترام سگریٹ بجھا دیتے، حُقّہ ایک طرف رکھ دیتے۔ انہیں فرماتے کہ تمہیں حُقّہ اور سگریٹ نہیں پینا چاہیئے، لیکن اگر پیتے ہی ہو تو میرے آنے پر بھی پیتے رہا کرو، ورنہ مجھے آتا دیکھ کر تم خیال کرو گے کہ مولوی صاحب آگئے ہیں، اب ہم حُقّہ اور سگریٹ نہیں پی سکیں گے، اس طرح میرا آنا تمہیں بوجھ محسوس ہوگا۔

مزاج میں حیرت انگیز تحمّل ہے، بعض شاگرد بڑی بے تکلفی سے گفتگو کر جاتے ہیں لیکن کیا مجال کہ پیشانی پر شکن پڑ جائے، اس کے باوجود دورانِ تدریس رعب و دبدبے کا یہ عالم ہوتا کہ اچھے اچھے لائق طلباء دم بخود حاضر ہوتے۔ حق گوئی اور حق پرستی آپ کا شعار ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ ہیں۔ نماز اس اطمینان اور خضوع و خشوع سے ادا کرتے کہ اولیاء کاملین کی یاد تازہ ہو جاتی۔ صبح کی نماز کے بعد دیر تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔ صبح اور عصر کے بعد روزانہ میل ڈیڑھ میل پیدل چلنا آپ کے معمولات میں داخل تھا۔

بیعت اور مُرشدِ گرامی سے عقیدت

زمانۂ طالب علمی میں آفتاب گولڑا حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ کے دستِ اقدس پر سلسلۂ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔ سال میں کئی کئی دفعہ گولڑا شریف حاضر ہوتے۔ عُرس کی طویل نشست میں سراپا ادب ہو کر بیٹھتے۔ مُرشدِ گرامی کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ ان کی گہری عقیدت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ گولڑا کے آفتاب عالم تاب

کے رحلت فرما جانے کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت پیر سید غلام محی الدین گولڑوی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اس کا باعث یہ تھا کہ آپ نے کچھ پیر بھائیوں سے سُنا کہ وہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو تو حضرت صاحب کہتے اور سجادہ نشین صاحب (بابوجی) کو صاحبزادہ صاحب کہتے، یہ بات انہیں ناگوار گزرتی، یہاں تک کہ آپ نے حضرت پیر سید غلام محی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ (سجادہ نشین صاحب) سے گزارش کی کہ مجھے بھی بیعت کرلیں۔ حضرت نے کئی مرتبہ انکار کر دیا اور فرمایا کیا بڑے حضرت صاحب کی بیعت ختم ہوگئی ہے؟ ۱۹۴۸ء میں جب حضرت کے ساتھ بغداد شریف حاضر ہوئے تو پھر بیعت کی درخواست پیش کر دی حضرت نے ازراہِ کرم درخواست قبول کی اور ۳۰ راپریل ۱۹۴۸ء کو حضرت ملک المدرسین اور محمد خان (کھاریاں) کو حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف کے پاس بیعت کیا۔ (سفرنامہ بغداد، ص ۱۰۱)

غالباً ۱۹۶۲ء کی بات ہے جب راقم، بندیال میں آپ سے کسب فیض کر رہا تھا فرمایا: میرے ساتھ لاہور چلو، لاہور پہنچ کر حضرت مولانا خدا بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مسجد المینار، عثمان گنج میں قیام کیا۔ دوسرے دن فرمایا، چلو تمہیں اپنے حضرت صاحب کی زیارت کروا لائیں، مجھے ساتھ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ راستے ہی میں حضرت کے صاحبزادے غالباً شاہ عبدالحق گولڑوی مدظلہٗ مل گئے، جو آپ کے شاگرد بھی تھے، میں نے چشم حیرت سے دیکھا کہ علم و فضل کا ہمالہ جُھک کر اُن کی دست بوسی کر رہا ہے۔

اِسی موقع پر راقم کے والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت اُستاذِ گرامی کی ملاقات اور زیارت کے لئے عثمان گنج حاضر ہوئے۔ کچھ دیر حاضر رہنے کے بعد واپسی پر انہوں نے کچھ روپے بطورِ نذر پیش کئے جو اصرار کے باوجود آپ نے قبول نہیں کیے

زیادہ اصرار کیا، تو میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میری طرف سے اِسے دے دیں۔ اِس واقعہ سے والد ماجد بہت متاثر ہوئے اور رخصت ہونے کے بعد کہنے لگے یہ استغنا۔ اور دُنیا سے بے نیازی علماء میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔

ایک دفعہ آپ کے اُستاد بھائی مولانا سید منور شاہ صاحب نے بطورِ خوش طبعی فرمایا، آپ ہر سال عرس کے موقع پر گولڑا شریف جاتے ہیں، یہ تو بتائیں آپ نے ولایت کا کونسا مقام حاصل کیا ہے؟ اُستاذِ گرامی نے فرمایا: شاہ صاحب! آپ اچھے خاصے عالم ہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو قانونچہ کھیوالی بھی یاد نہیں ہے جس میں لکھا ہے کہ ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے اس کی غرض و غایت معلوم ہونی چاہیے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بیعت کا اولین مقصد زمرۂ اولیاء کے ساتھ عقیدت و تعلق کا ٹکٹ حاصل کرنا ہے، جس طرح ٹکٹ چیکر گاڑی سوار کا ٹکٹ دیکھ کر اُسے کچھ نہیں کہتا، اسی طرح انشاء اللہ العزیز قبر اور میدان حشر میں دامنِ اولیاء سے وابستگی کا ٹکٹ دیکھ کر عذاب کے فرشتے ہمیں کچھ نہیں کہیں گے۔

سفرِ بغداد شریف

مارچ ۱۹۴۸ء میں حضرت پیر سید غلام محی الدین گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مریدین کے جمِ غفیر کے ساتھ بغدادِ مقدس کا سفر کیا۔ حضرت ملک المدرسین مدظلہ بھی شریکِ سفر تھے، راستے میں حضرت شاہ محمد عبدالحق سجادہ نشین گولڑا شریف نے آپ سے فلسفہ کی مشہور کتاب میبذی اور منطق کی سلم العلوم پڑھی۔ حضرت ملک المدرسین مدظلہ، سفرنامہ بغداد (قلمی) میں لکھتے ہیں:

> محرر سطور ٹیکہ لگوانے کی وجہ سے راستے میں محموم (مبتلائے بخار) ہو گیا طبیعت پر بڑی گرانی اور پریشانی کی فراوانی تھی، لیکن حضرت صاحبزادہ بلند اختر شاہ محمد عبدالحق اطال اللہ عمرہٗ کے ساتھ سلم العلوم اور میبذی کی تکرار

رہتی تھی، اس لئے غم غلط ہوتا رہا۔ اللہ رب العزت میرے حضرت کی اولاد کو تا قیامِ قیامت سلامت باکرامت رکھے، کیونکہ یہ گوہرانِ نایاب اپنے پناہ گزینوں پر اکرامِ بلیغ فرماتے ہیں۔ [1]

تصویر کے بغیر سفر ۲۷ مارچ کو کراچی میں تھے کہ ایک مشکل پیش آگئی جس کا تذکرہ حضرت ملک المدرسین نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"آج حضرت قبلہ عالم مدظلہ العالی کا ارشاد ہوا کہ بغیر فوٹو کے عراق شریف کو جانا مشکل ہے، لہٰذا ابھی فوٹو والا آئے گا۔ یہ بات سن کر طبیعت پر بڑا بوجھ پڑا، کیونکہ ہم اس ذات گرامی کے دربارِ دُربار پر حاضر ہو رہے ہیں جن کو محی الدین کا لقب اس لئے عطا ہوا کہ آپ نے شریعتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ سے ہر ایک بدعت کو دُور کرکے از سرِ نو دین کو زندہ کیا، اب اگر ہم ارتکابِ بدعت کرکے ان کے دربار پر حاضر ہوں تو بظاہر سوءِ ادب ہے۔ [2]

چونکہ آپ نے ایک شرعی مسئلے کے پیشِ نظر فوٹو نہیں کھنچوائی تھی، پیر صاحب نے بھی اصرار نہیں کیا، بلکہ فرمایا تصویر نہ بنواؤ، آئندہ دیکھا جائے گا۔
چنانچہ بغیر تصویر کے ۱۰ اپریل ۱۹۴۸ء کو بغداد شریف پہنچ گئے۔ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار کے خادم نے کہا کہ آپ کے پاسپورٹ پر تصویر نہیں ہے، لہٰذا تصویر بنوائیں۔ استاذ گرامی یہ سن کر پریشان ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے یوں دعا کی:

---

[1] عطا محمد چشتی گولڑوی، علامہ: سفر نامہ بغداد (قلمی) مملوکہ علی احمد سندیلوی ص ۶
[2] ایضاً، ص ۸

اے اللہ! تُو ہی عصیاں سے بچانے والا ہے۔ اپنے محبوب سبحانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صدقے اس بلا کو اپنے عاجز بندے کے سر سے ٹال۔ ے

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دِل جوئی نہیں — طعنہ دیں گے بُت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں
غوثِ اعظم بے سروساماں مدد ے — قبلۂ دیں مدد ے کعبۂ ایماں مدد ے
اس پُر خطا کی شرم تمہارے ہی ہاتھ ہے — اور اس ننگِ دوجہان کا وسیلہ تمہی تو ہو
جو دستگیر ہے، وہ تمہارا ہی ہاتھ ہے — اور جو ڈوبنے نہ دے وہ سہارا تمہی تو ہو لے

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ جلیلہ اور مرشدِ گرامی کی نظرِ عنایت سے مشکل آسان ہو گئی اور فوٹو سے مستثنیٰ قرار دے دیئے گئے۔ بغداد شریف، نجف اشرف، کربلا معلّیٰ اور دیگر مزاراتِ مقدسہ پر حاضری دی اور ۲۰ مئی کو واپس سیال شریف پہنچ گئے، ان دنوں وہیں مدرس تھے۔

مرشدِ گرامی کی شفقت و محبّت

حضرت پیر سید غلام محی الدین گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ملک المدرسین پر بڑی شفقت و محبت فرماتے تھے، ان کے علمی مقام کے صحیح قدر دان تھے اور ان کی رائے کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سفرِ بغداد میں ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو حضرت کی موجودگی میں فوٹو کا مسئلہ زیرِ بحث آگیا۔ حضرت استاذ الاساتذہ نے فرمایا کہ تصویر حرام ہے، اگرچہ کسی امرِ مسنون کو ادا کرنے کے لئے بنوائی جائے کیونکہ فقہاء کا قاعدہ ہے کہ اگر سُنّت اور بدعت اس طرح جمع ہو جائیں کہ بدعت سے بچے بغیر سُنّت ادا نہ کی جا سکے، تو سُنّت ترک کر دی جاتی ہے۔ اس پر مجلس میں حاضر پیر بھائی بہت برہم ہوتے۔ حضرت ملک المدرسین فرماتے ہیں:

"ہمارے حضرت دام ظلہٗ نے ان کو فرمایا یہ شرعی مسئلہ ہے، اس میں

لے عطا محمد چشتی گولڑوی، علامہ، سفرنامہ بغداد ص ۸

رائے کو دخل نہیں ہے۔ ؎

اسی طرح ایک محفل میں مسئلہ تصویر پر گفتگو ہوئی، تو پیر صاحب نے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کی تین تصویر لا کر دیں اور فرمایا میرے پاس یہی تصویریں ہیں — حضرت ملک المدرسین وہ تصویریں لے آتے اور ان کے ساتھ کمرے میں مولانا محمد حسین شوق (پپلاں) ٹھہرے ہوئے تھے، مل کر غور کیا کہ ان تصویروں کا کیا کیا جائے؟ طے پایا کہ انہیں پانی میں بھگو دیا جائے۔ جب حل ہو جائیں تو پانی کسی محفوظ جگہ انڈیل دیا جائے۔ حضرت ملک المدرسین دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے بیدار ہوئے تو پانی کا جگ خالی تھا، دریافت کرنے پر مولانا محمد حسین شوق نے بتایا کہ مجھے پیاس لگی، تو میں نے وہ پانی پی لیا ہے۔ یہ تھی احکام شریعت کی پاسداری اور علماء دین کا احترام، سبحان اللہ! ماشاء اللہ!

حضرت ملک المدرسین مدظلہ اپنی تحقیق اور احتیاط کی بنا پر افطار کے مروج وقت سے چار پانچ منٹ کے بعد روزہ افطار کرتے ہیں۔ ایک دن کسی مرید نے پیر صاحب سے بطور شکایت کہا کہ حضور! آپ نے روزہ افطار کر لیا، مگر مولوی صاحب نے افطار نہیں کیا بلکہ چار پانچ منٹ کے بعد افطار کیا۔ پیر صاحب خلاف معمول جلال میں آگئے اور اس شخص کو دو طمانچے رسید کرتے ہوئے فرمایا: وہ عالم دین ہیں، تمہیں اُن پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟ اللہ اللہ! کیا توقیر تھی علم کی اور کیا احترام تھا علماء کا؟ پیر صاحب نے اگر پہلے روزہ افطار کیا تھا، تو یقیناً یہی سوچ کر افطار کیا تھا کہ وقت ہو چکا ہے، اس کے باوجود انہوں نے گوارا نہ کیا کہ ایک متبحر عالم دین کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ دین اور تصوف نے علماء دین سے بیزاری، نفرت اور اُن کی توہین کا درس نہیں دیا، بلکہ ان کی تعظیم و تکریم کا سبق دیا ہے۔

؎ عطا محمد چشتی گولڑوی، علامہ: سفر نامہ بغداد، ص ۱۳۳

حرمین شریفین کی حاضری

۱۹۶۳ء میں آپ نے حرمین شریفین کی حاضری دی اور حج وزیارت کی سعادت حاصل کی۔ راقم ان دنوں بندیال میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ آپ نے مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں استفتاء ارسال کیا تھا کہ موجودہ حالات میں تصویر کے بغیر حج نہیں کیا جا سکتا، جس پر حج فرض ہو، وہ کیا کرے؟

حج سے واپسی پر ذوق وشوق اور رقت میں بہت اضافہ ہو گیا۔ اہل بیت کرام کے ذکر پر آبدیدہ ہو جاتے۔ کوئی شخص حاجی صاحب کہہ کر مخاطب کرتا، تو اسے تنبیہ کرتے کہ حج اللہ تعالیٰ کا فرض تھا، بحمداللہ تعالیٰ وہ ادا ہو گیا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے ٹائیٹل ہی بنا لیا جائے۔

اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ فدا محمد عطا فرمایا۔ جن دنوں آپ گولڑا شریف میں پڑھاتے تھے، وہ صاحبزادہ صغر سنی میں داغ مفارقت دے گیا۔ تمام نیازمندوں کی دلی آرزو تھی کہ مولائے کریم جل شانہ، آپ کو نرینہ اولاد عطا فرمائے۔ آخر دربار ایزدی میں دعائیں قبول ہوئیں اور یکم رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء کو اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ عطا فرمایا، جن کا نام فدا الحسن ہے، اب بحمدہٖ تعالیٰ جوان ہیں اور زیر تعلیم ہیں۔

جناب صوفی اصغر علی اصغر (اڈہ مریدوالا، فیصل آباد) نے اس موقع پر پنجابی اشعار میں ہدیۂ تبریک پیش کیا جو درج ذیل ہیں ؎

عطاء اللہ عطاء محمدی اے سُنیا نیک فرزند عطا ہویا
گولا گولڑے دا، کرم چشتیاں دا مہر پاک دا صدقہ فدا ہویا
غوث پاک دی کرم نوازیاں نیں، پورا اج بڑھاپے دا چا ہویا
قدرت دی ضعیف نوں بخش لاٹھی آخر وقت وچ فضل خدا ہویا

سُن کے خوشی دا رہیا نہیں کوئی حد بنا سجدۂ شکر دے پیا گزار دا ہاں
اصغر اپنے استاد دے باغ اندر طلب گار ہیں سدا بہار دا ہاں

شانِ تدریس آپ ان معدودے چند اساتذہ میں سے ہیں جنہوں نے فرائضِ تدریس کو عبادت سمجھ کر ادا کیا۔ آپ نے عمرِ عزیز کے شب و روز محض تدریس میں صرف کر دیئے۔ وعظ و خطابت اور تصنیف و تالیف کی طرف بہت کم توجہ فرمائی۔

درج ذیل سطور میں آپ کی چند تدریسی خصوصیات پیش کی جاتی ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ آپ کی شانِ تدریس کو ضبطِ تحریر میں لانا راقم کے بس کی بات نہیں ہے

(۱) بیسیوں دفعہ درسی کتب پڑھانے کے باوجود ہر کتاب باقاعدہ مطالعہ کر کے پڑھاتے۔ پھر یہی نہیں کہ کتاب پر ایک سرسری نگاہ ڈال لی، بلکہ نظرِ غائر سے ملاحظہ فرماتے۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ گرمیوں کے موسم میں آپ نے ہدایہ اخیرین کا مطالعہ شروع کیا، ادھر راقم الحروف نے بھی وہی کتاب دیکھنا شروع کی۔ مطالعہ کرنے کے بعد دیکھا، تو پتہ چلا کہ آپ ابھی تک کتاب ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ہر دفعہ نئے نئے مضامین نئے انداز میں بیان فرماتے۔

(۲) طلباء سے مطالعے کی سخت پابندی کرواتے۔ کسی طالب علم کے متعلق اگر محسوس کر لیں کہ اس نے پوری طرح مطالعہ نہیں کیا، تو اُسے اچھی خاصی سرزنش فرماتے، اس لئے وہاں غیر محنتی طالب علم کی بہت کم گنجائش ہوتی۔ آپ کے ہاں امتحان کا رواج نہیں تھا نہ ششماہی نہ سالانہ۔ کیونکہ عبارت پڑھنے والا طالب علم ہر روز امتحان سے زیادہ سخت باز پُرس اور جواب دہی کی کیفیت سے گزرتا تھا۔

(۳) مشکل سے مشکل مقام کو اس خوش اسلوبی سے بیان فرماتے کہ اس مطلب کے مشکل ہونے پر اعتبار نہیں آتا۔ اندازِ بیان ایسا پاکیزہ اور سہل ہوتا ہے کہ ہر بات

دل و دماغ میں اُترتی ہوئی محسوس ہوتی۔ عبد الغفور نحو کی ایک مشکل ترین کتاب ہے، اس کا ایک مقام پڑھتے وقت راقم حسنِ بیان سے مسحور ہو کر رہ گیا تھا، جس کا اثر آج تک دل میں محسوس ہوتا ہے۔ بس یوں سمجھئے کہ نظریات کو بدیہی کر دکھاتے ہیں۔

(۴) جب تک پڑھنے والے کو شرحِ صدر حاصل نہ ہو جائے، اُس وقت تک اُنہیں اطمینان نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ذہین طلباء کسی مطلب کی تکرار کو طوالت سمجھنے لگتے ہیں، لیکن آپ کے پیشِ نظر ہر قسم کے طلباء ہوتے ہیں، اس لئے آپ بالکل اُکتاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ حد یہ ہے کہ اُن کی نظر عبارت کے ہر گوشہ پر ہوتی ہے اور اس بات کو روا نہیں رکھتے کہ کسی پہلو کو نظر انداز کر دیا جائے۔

(۵) طلباء کے سامنے اُن کی تعریف نہیں کرتے، چاہے وہ کتنا ہی لائق و فائق کیوں نہ ہو۔ خاص طور پر جو طالب علم اُن کی زیادہ خدمت کرے، اُس کی بہت کم رعایت کرتے۔ اس کا اثر یہ ہوتا کہ طلباء میں خواہ مخواہ غرور پیدا نہیں ہوتا، بلکہ جذبہ محنت بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ رئیس الاذکیا حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی مدظلہ نے جب وزیر آباد جا کر دورۂ قرآن اور فیصل آباد دورۂ حدیث پڑھا اور دیگر مدارس کے طلباء کی علمی قابلیت کا جائزہ لیا، تو ایک موقع پر بطورِ خوش طبعی فرمایا:

"باہر جا کر پتا چلا کہ ہم بھی علامہ ہیں، ورنہ یہاں (بندیال) تو استاذ صاحب نے ہمیں احساس ہی نہیں ہونے دیا کہ ہمیں بھی کچھ آتا ہے۔"

(۶) تعلیم علوم کے ساتھ ساتھ طلباء کی اخلاقی اور عملی اصلاح پر بھی خاص توجہ فرماتے۔ اکثر کمزوریوں کی نشان دہی فرما کر اخلاقِ صالحہ اور اعمالِ حسنہ کی ہدایت فرماتے رہتے۔

ایک دفعہ مولانا حافظ شاہ محمد صاحب (خطیب مدینہ کالونی، والٹن، لاہور)

ایک جگہ تدریس کے لئے جانے لگے، تو آپ نے دیگر ہدایات کے علاوہ خاص طور پر فرمایا
"طلباء سے اوقاتِ تدریس کے علاوہ زیادہ اختلاط نہ رکھنا، اس سے بہت سی خرابیوں
کے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ دَورِ طالب علمی میں تمام طلباء سے بے تکلفی اور عام اختلاط
ہوتا ہے، اس لئے دَورِ تدریس میں اس عادت کا چھوڑنا دشوار ہوتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اگر
ہو سکے تو اپنے کپڑے بھی خود دھولیا کریں۔"

(۷) دَورانِ تدریس، مناسبتِ مقام سے اختلافی مسائل کی تحقیق بیان فرمانا آپ کی
امتیازی خصوصیت ہے۔ شرح عقائد، خیالی، مسلّم الثبوت اور بیضاوی شریف وغیرہ
میں مسئلہ امتناع کذبِ باری تعالیٰ کو شرح و بسط سے بیان فرماتے۔ مخالفین کے شبہات
کا رد اور اہلِ سنّت وجماعت کے دلائل زور دار طریقے سے بیان کرتے۔ اس کے
علاوہ مسئلۂ نور، علمِ غیب، حاضر و ناظر وغیرہ مسائل کو نہایت مدلل انداز میں بیان
فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ نہایت راسخ الاعتقاد واقع ہوئے ہیں اور
مسلکِ اہلِ سُنّت وجماعت کے پُرجوش مبلّغ اور ترجمان ہیں۔

ایک دفعہ مرزائیوں نے پیشکش کی کہ آپ ہمارے چند بچوں کو معقولات پڑھا دیں،
ہم آپ کی معقول خدمت کریں گے۔ آپ نے فرمایا: مجھے منظور ہے، لیکن یہ بات ذہن
میں رہے کہ موقع اور مقام کی مناسبت سے عقائد اور مسائل ضرور بیان کروں گا۔ کہنے لگے
معقولات کا عقائد اور مسائل سے کیا تعلق؟ آپ نے فرمایا: اس کا تمام مسائل میں
دخل ہے، اس پر وہ خاموش ہو کر رہ گئے۔

ایک دفعہ فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اہلِ سُنّت وجماعت میں
پیدا فرمایا، کہیں گستاخوں کے گروہ میں شامل نہیں فرما دیا۔"

بیان کی اثر انگیزی

جناب ملک فضل الرحمٰن صاحب (بندیال) کٹر قسم کے دیوبندی تھے۔ دیوبندیوں کی طرف سے بعض اوقات علماء اہل سُنت کو مسائل اختلافیہ پر مناظرہ کا چیلنج بھی دیا کرتے تھے۔ جناب ملک الٰہی بخش صاحب (بندیال) کے ذریعے حضرت اُستاذِ مکرم کے درس میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ حضرت اُستاذِ مکرم مدظلہ کے منصفانہ اور عالمانہ بیانات اور زوردار دلائل نے اُن کے ذہن کا رُخ بدل ڈالا۔ ملک صاحب زید مجدہ بفضلہ تعالیٰ وکرمہ، غلط عقائد سے تائب ہوگئے۔ ڈاڑھی رکھ لی اور کئی سال تک باقاعدہ درسِ حدیث میں شریک ہوتے رہے۔ ماشاء اللہ! اب تو پورے مولوی اور عالم دکھائی دیتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک دیوبندی مولوی نے بندیال میں تقریر کی اور اپنے گستاخانہ خیالات کا اظہار کیا۔ اتفاق دیکھئے کہ اس کی پوری آواز استاذ صاحب قبلہ تک پہنچتی رہی۔ باوجودیکہ آپ تقریر میں دلچسپی نہیں لیتے، لیکن اس موقع پر دینی حمیت جوش میں آگئی۔ کرائے کا وہی سپیکر لاکر اہل سنت وجماعت کی مسجد میں نصب کیا گیا۔ آپ نے بعد از نماز عشاء ساڑھے تین گھنٹے ایسی مدلل تقریر فرمائی کہ عوام وخواص عش عش کر اُٹھے۔ آپ کے سامنے میز پر کتابوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ آپ تقریر کر رہے تھے اور کتابوں کے حوالہ جات دکھلاتے جا رہے تھے۔ اس کے بعد گمان تھا کہ مخالفین مخالفانہ کارروائی کریں گے، مگر کسی کو دم زدن کی مجال نہ ہوئی۔

کچھ عرصہ بعد بندیال کے ایک دیوبندی مولوی نے علماء اہل سُنت وجماعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ مناظرہ کرنا چاہیں، تو ہم تیار ہیں۔ بندیال کے ایک ملک (ملک خان صاحب) نے کہا کہ ایسی بات مت کرو ــــ ورنہ مولانا عطا محمد صاحب کتابیں لے کر آجائیں گے۔ پھر تم سے کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ اس پر وہ مولوی صاحب چُپ ہو کر رہ گئے۔

علمی لگن کا فیضان

یہ امر انتہائی حیرت انگیز ہے کہ آپ کے شاگردوں میں علم حاصل کرنے کا شوق جنون کی حدوں کو پہنچ جاتا اور وہ دن رات محنت کر کے کوشش کرتے کہ اُستاذِ گرامی کا ایک ایک جملہ اپنے حافظے میں محفوظ کر لیں، مجھے وہ منظر نہیں بھولتا، جب مولانا علامہ غلام رسول سعیدی (شارح مسلم) صبح کے سات آٹھ بجے کتابوں کا انبار اٹھائے ہوئے مسجد سے باہر آئے، تو ایک طالب علم نے مسکراتے ہوئے کہا کہ اُستاذ صاحب ڈھوک دھمن (اپنے گھر) چلے گئے۔ علامہ صاحب اتنے افسردہ ہوئے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ کہنے لگے ہم لوگ رات بھی مطالعہ کرتے رہے اور نماز فجر کے بعد بھی تیاری کرتے رہے لیکن اُستاذ صاحب چُپ چاپ چلے گئے۔ آج طلبہ میں اشتیاقِ علم کی یہ فراوانی کہاں؟ یہی وجہ ہے کہ وہ علمی کمال بھی تو حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت اُستاذِ گرامی کی جامع الصفات شخصیت اس قدر پرکشش ہے کہ ایک دفعہ شریکِ درس ہو کر علم کی چاشنی چکھ لینے کے بعد طالب علم کو دوسری جگہ اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ مولانا علامہ علی احمد سندیلوی، تصریح (علم ہیئت کی کتاب) پڑھنا چاہتے تھے، طویل انتظار کے باوجود یہ کتاب شروع نہ ہو سکی۔ انہوں نے سُنا کہ حاصلاں والا، ضلع گجرات میں مولانا علامہ حکیم سلطان احمد مدظلہ افق المبین وغیرہ کتابیں پڑھاتے ہیں، رختِ سفر باندھا اور وہاں پہنچ گئے، وہاں بھی سبق شروع نہ ہوا تو لاہور چلے گئے، اور چند ماہ بعد پھر بندیال پہنچ گئے۔

آپ نہ صرف درسی کتابیں پوری دیانت داری اور انہماک سے پڑھاتے، بلکہ دیگر اوقات میں بھی طلبہ کو لطف وکرم سے نوازتے۔ ایک دفعہ مولانا علامہ غلام رسول سعیدی (کراچی) کو شدید کھانسی ہو گئی، کئی دن گزر گئے، لیکن افاقہ نہ ہوا۔ اُستاذ گرامی نے انہیں بڑی تاکید کے ساتھ حکم دیا کہ لاہور جا کر اپنا علاج کراؤ۔ صرف یہی نہیں بلکہ کرائے

اور علاج کے لئے کچھ رقم تو دی اور کچھ حضرت مولانا فضل حق بندیالوی مدظلہ سے دلائی۔ علامہ سعیدی صاحب اس رویّے سے بڑے متاثر ہوئے اور کہنے لگے اتنی تاکید کے ساتھ علاج کروانے کے لئے تو شاید میری والدہ محترمہ نے بھی مجھے نہیں کہا ہوگا۔

شانِ استغناء

طلبہ پر بے حد شفیق ہونے کے باوجود استغناء بھی درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ ایک دفعہ کسی کتاب کے ختم ہونے پر چھ سات بڑے بڑے طلبہ نے مل کر درخواست کی کہ آپ خیالی شروع کرا دیں۔ آپ نے فرمایا، اب رسالہ قطبیہ شروع ہوگا۔ طلبہ نے گزارش کی کہ رسالہ قطبیہ صرف دو طالب علموں نے پڑھنا ہے، باقی سب پڑھ چکے ہیں، جبکہ خیالی سب نے پڑھنی ہے۔ استاذ صاحب نے فرمایا: "جس نے پڑھنا ہے پڑھے، جو نہیں پڑھنا چاہتا نہ پڑھے۔" راقم کا خیال تھا کہ شاید طلبہ اس ذہنی دھچکے کو برداشت نہیں کر سکیں گے اور مدرسہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے، لیکن دوسرے دن حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سب طلبہ کمال اشتیاق سے رسالہ قطبیہ ہی پڑھ رہے تھے، اس سے طلباء کی عقیدت اور وابستگی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مولانا علامہ پیر محمد چشتی مدظلہ (پشاور) فرمایا کرتے تھے کہ استاذ صاحب اللہ الصمد کا مظہر ہیں۔

عُلومِ عقلیہ و نقلیہ کی تدریس

آپ موجودہ دور میں معقولات و منقولات کے یکتائے روزگار مدرس ہیں۔ ہر سال معقول و منقول کی انتہائی اور ادق کتابوں کا درس دیتے رہے ہیں۔ اگر آپ کو دنیائے تدریس کا سُلطان کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، آپ کی مقبولیت اور شہرت کا یہ عالم ہے کہ ملک بھر سے مشتاقانِ علم آپ کی بارگاہ میں کھنچے چلے آتے اور ہر صاحب علم آپ کے کمال تدریس کا مُعترف اور مدّاح نظر آتا۔

راقم الحروف غالباً ۱۹۶۰ء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

کی خدمت میں فیصل آباد حاضر ہوا، تو فرمانے لگے: کہاں پڑھتے ہو؟ عرض کیا: بندیال ؛ فرمایا: کیا پڑھتے ہو؟ عرض کیا: شرح جامی، مختصر المعانی اور تکملہ عبدالغفور، مسکراتے ہوئے فرمانے لگے:

"بندۂ خدا منطق و معقول کے گھر میں رہ کر منطق کا کوئی سبق شروع نہیں کیا۔"

راقم کا بندیال میں یہ پہلا سال تھا، میں اس سے پہلے مختصر المعانی مختلف مقامات سے تین چار اساتذہ سے پڑھ چکا تھا۔ بندیال حاضر ہوا تو اُستاذ گرامی نے فرمایا: مختصر المعانی میں شامل ہو جاؤ۔ عرض کیا کہ مختصر تو میں پڑھ چکا ہوں۔ فرمایا: "تم نے نہیں پڑھی، اب پڑھو۔" اور واقعی چند اسباق پڑھنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ میں نے اس سے پہلے مختصر نہیں پڑھی تھی۔ یُوں معلوم ہوتا تھا کہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ خود مختصر پڑھا رہے ہیں، اور کتاب کے ہر گوشے کو بے نقاب کئے جا رہے ہیں۔

آپ کی طبیعت پر علوم عقلیہ کا ذوق غالب رہا، یہی وجہ ہے کہ آپ کی زیادہ تر شہرت معقولات ہی میں رہی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ معقولات کی طرح منقولات کے پڑھانے میں بھی یکتا ہیں اور جس گہرائی میں جا کر گفتگو کرتے ہیں، وہ بھی آپ ہی کا حصہ ہے۔ علوم دینیہ کی تدریس سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ ہے۔ سلف صالحین کی طرح نام و نمود سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے۔ ایک دفعہ راقم نے عرض کیا کہ آپ کوئی کتاب لکھ دیں، اس سے خلق خدا کو فائدہ بھی ہوگا اور یادگار بھی باقی رہے گی۔ فرمانے لگے افادۂ عوام والی بات تو درست ہے، لیکن یادگار کی کیا حیثیت ہے؟ آخری جملہ کہتے ہوئے اُن کے لہجے کی تلخی واضح طور پر محسوس کی جا سکتی تھی۔

اساتذۂ کرام اور علماء اہل سُنّت کا احترام

حضرت ملک المدرسین جب بھی اپنے اساتذہ کا ذکر کرتے ہیں، تو اس میں والہانہ پن کی واضح جھلک دکھائی دیتی ہے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے: آج لوگ ہمارے

بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ایسے ایسے ہیں۔ ہم نے جن اساتذہ سے پڑھا ہے اگر اس وقت اُن کے مقابلے میں ہم جیسا مدرّس ہوتا، تو ہم اُس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے۔

حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہٗ کی شادی کے موقع پر بسلانوالی تشریف فرما تھے۔ دورانِ گفتگو علامہ نبہانی قدس سرہٗ کی تالیف لطیف جواہر البحار کا ذکر آگیا، تو فرمانے لگے:

"عربی میں علامہ نبہانی، فارسی میں شیخ محقق شیخ عبدالحق محدّث دہلوی، اور اُردو میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اِن حضرات نے شانِ رسالت کی عظمت کو خوب خوب بیان کیا۔ ان کی زندگی کا مشن ہی بارگاہِ رسالت میں گلہائے عقیدت پیش کرنا تھا۔"

ماہنامہ ندائے اہلِ سُنّت، لاہور سے ایک انٹرویو میں فرمایا:

"بظاہر مجھے اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) سے شرفِ تلمذ نہیں مل سکا تاہم میرے اکثر اساتذہ محدّثِ بریلوی (قدس سرہٗ) کا ذکرِ خیر حجّت کے طور پر کیا کرتے تھے اور خود مجھے کتابیں پڑھنے کا شعور آیا، تو اعلیٰ حضرت (قدس سرہٗ) کی کتابوں نے میرے مطالعہ میں وسعت پیدا کی، آپ کا علم جیسے جیسے پختہ ہوتا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی کتابیں پڑھتے جائیے، آپ ان سے عقیدت رکھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کوئی ایسا عنوان نہیں، جس پر امام اہلِ سُنّت (قدس سرہ) کے قلم نے کوئی پہلو تشنہ چھوڑا ہو، اسی لئے مَیں اپنے اساتذہ کی طرح ہی اعلیٰ حضرت (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو بطورِ حجّت پیش کرتا ہوں۔" [1]

---

[1] عطا محمد چشتی گولڑوی، علامہ: ماہنامہ ندائے اہلِ سُنّت، لاہور، شمارہ فروری ۱۹۹۰ء

محدّثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرمایا:

"حضرت مولانا سردار احمد (رحمہ اللہ تعالیٰ) قرنِ اوّل کے اسلاف کا نمونہ، محبت کا پیکر، اور عشقِ رسول میں اُن کا انگ انگ گندھا ہوا تھا وہ تمام علوم عقلی اور نقلی کو عشقِ رسول کے نمونہ میں دیکھتے تھے۔ انہوں نے اہلِ سنّت کی بے پناہ فکری اور علمی خدمت کی، اعلیٰ حضرت بریلوی (قدس سرہٗ) کا سچا نمونہ تھے، مجھے ان سے تعلقات پر فخر ہے۔" [1]

سیاست

حضرت ملک المدرسین ؒ مدرس ہونے کے باوجود سیاست کے ساتھ بھی متعلق رہے ہیں، وہ دل کی گہرائی سے اسلامی سیاست پر یقین رکھتے ہیں اور اُمتِ مسلمہ کی بقا اور کامیابی کے لئے نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کو ناگزیر قرار دیتے ہیں۔ ۱۹۴۶ء میں بھیرہ ضلع سرگودھا میں تشریف فرما تھے۔ ان دنوں تحریکِ پاکستان عروج پر تھی۔ سرگودھا کے علاقے میں حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ مسلم لیگ کے صدر تھے۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ ازہری کے والد ماجد پیر محمد شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ مجاہدِ کامل تھے، وہ علاقے کا بھرپور دورہ کرتے تھے، جس کا پروگرام باقاعدہ چھپتا تھا۔ اس سال بھی انہوں نے دورہ کیا اور حضرت ملک المدرسین کو اپنے ساتھ رکھا۔ چنانچہ آپ نے جگہ جگہ جا کر پاکستان کا پیغام پہنچایا اور اس شان کے ساتھ کہ طلبہ ساتھ تھے اور ان کے اسباق بھی جاری تھے۔

آپ کے اُستاذِ گرامی حضرت مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اخبار نہیں پڑھتے تھے۔ انہوں نے حضرت علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی سے پوچھا کہ کانگریس اور یونینسٹ والے کیا چاہتے ہیں اور مسلم لیگ کیا چاہتی ہے؟ آپ نے عرض کیا کہ مسلم لیگ صرف

---

[1] عطا محمد چشتی گولڑوی، علامہ: ماہنامہ ندائے اہلِ سنّت، لاہور، فروری ۱۹۹۲ء

چاہتی ہے کہ مسلمانوں کا الگ ملک ہو، جس میں مسلمان آزادی سے اپنے دین پر عمل کر سکیں باوجودیکہ بندیال کا طبقۂ امراء خضر حیات کا حامی تھا، حضرت علامہ مولانا یار محمد بندیالوی مسلم لیگ کی حمایت میں سینہ سپر ہو گئے اور بندیال کے ملک صاحبان کی ہزار منت سماجت کے باوجود مسلم لیگ کی حمایت سے دستبردار نہیں ہوئے۔ [1]

۱۹۷۶ء سُنّی کانفرنس، ملتان کے موقع پر جمعیت العلماء پاکستان میں شامل ہوئے ایک عرصہ سے جمعیت کے نائب صدر ہیں اور نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ اور مقامِ مصطفےٰ کے تحفظ سے بڑی گہری وابستگی رکھتے ہیں۔

تلامذہ حضرت اُستاذ الاساتذہ ملک المدرسین مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی مدظلہ کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ اس مختصر تحریر میں ان کا احاطہ بہت مشکل ہے۔ درج ذیل سطور میں چند معروف تلامذہ کے اسماء گرامی پیش کئے جاتے ہیں۔ مولانا علامہ علی احمد سندیلوی نے مبسوط فہرست مرتب کی ہے، تفصیل کے لئے اسے ملاحظہ کیا جائے:

۱۔ حضرت استاذ الاساتذہ مولانا علامہ غلام رسول رضوی، شیخ الحدیث والتفسیر (صاحب تفہیم البخاری) جامعہ رضویہ، مظہر اسلام، فیصل آباد

۲۔ حضرت علامہ مولانا سید محمود احمد رضوی، صاحب فیوض الباری شرح بخاری، امیر انجمن حزب الاحناف، لاہور

۳۔ حضرت پیر سید عبد الحق گولڑوی مدظلہ سجادہ نشین گولڑا شریف

۴۔ حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ سجادہ نشین سیال شریف

۵۔ حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد عبد الحق بندیالوی، مہتمم جامعہ مظہریہ امدادیہ، بندیال شریف، ضلع خوشاب

---

[1] عطا محمد چشتی گولڑوی، علامہ: ندائے اہل سنت، لاہور، شمارہ فروری ۱۹۹۳ء

۶ - حضرت علامہ مولانا محمد فضل حق بندیالوی مدظلہ، بندیال شریف

۷ - حضرت پیرِ طریقت مولانا علامہ محمد اشرف قادری مدظلہ، کھر بیپڑ شریف، پتوکی

۸ - حضرت علامہ مولانا اللہ بخش رحمہ اللہ تعالیٰ، جامعہ مظفریہ رضویہ، واں بھچراں ضلع میانوالی

۹ - حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ،
دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف ضلع سرگودھا

۱۰ - حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی (شارح مسلم شریف) دارالعلوم نعیمیہ، کراچی

۱۱ - حضرت علامہ مولانا چراغ دین مدظلہ، بگّی ڈل، تحصیل جڑانوالہ

۱۲ - حضرت علامہ مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ (برادرِ خورد حضرت استاذ الاساتذہ)

۱۳ - حضرت مولانا علامہ پیر محمد چشتی، مہتمم دارالعلوم جامعہ معینیہ غوثیہ، پشاور

۱۴ - حضرت علامہ مولانا فضل سبحان قادری، مہتمم دارالعلوم قادریہ، بغدادہ مردان

۱۵ - حضرت علامہ مولانا مقصود احمد قادری، خطیب حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ، لاہور

۱۶ - حضرت علامہ مولانا غلام محمد چشتی صدر مدرس دارالعلوم خیر المعاد، ملتان

۱۷ - حضرت پیرِ طریقت سید غلام حبیب شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ، وڑچھہ شریف ضلع خوشاب

۱۸ - حضرت علامہ مولانا نور سلطان قادری، مہتمم جامعہ انوارِ باہو، کھکھر

۱۹ - حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری، مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور

۲۰ - حضرت علامہ مولانا محمد زبیر نقشبندی، مہتمم رکن الاسلام، حیدرآباد

۲۱ - حضرت علامہ مولانا جمال الدین شاہ کاظمی، مہتمم جامعہ قمر العلوم فریدیہ، کراچی

۲۲ - حضرت مولانا علامہ صاحبزادہ محمد سردار احمد مہتمم جامعہ الحبیب، حبیب آباد، پتوکی

۲۳ - حضرت مولانا علامہ صاحبزادہ محمد مظہر الحق بندیالوی ناظم جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال

۲۴ - حضرت مولانا علامہ صاحبزادہ محمد ظفر الحق بندیالوی، لیکچرار گورنمنٹ کالج جوہرآباد

۲۵ - مجاہدِ کبیر حضرت مولانا علامہ محمد نذیر نقشبندی، آزاد کشمیر

۲۶- حضرت مولانا علامہ قاضی محمد مظفر اقبال رضوی، ابن مولانا مفتی غلام جان ہزاروی، سابق مدرس جامعہ نعمانیہ، لاہور

۲۷- حضرت مولانا علامہ محمد رشید نقشبندی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۲۸- حضرت مولانا علامہ گل احمد عتیقی شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ، فاروق آباد

۲۹- حضرت مولانا علامہ عطا محمد متین، شادیہ، میانوالی

۳۰- حضرت مولانا علامہ محمد اسمٰعیل حسنی مہتمم جامعہ حسنیہ، شاہ والا ضلع خوشاب

۳۱- حضرت مولانا علامہ عبدالرحمٰن حسنی مدرس " " " " "

۳۲- حضرت مولانا علامہ فتح محمد باروزئی، سبی بلوچستان

۳۳ حضرت مولانا علامہ محمد نذیر، مدرس مدرسہ غوثیہ ہدایت القرآن، ممتاز آباد، ملتان

۳۴- حضرت مولانا علامہ یار محمد کھچی، فورٹ عباس

۳۵- حضرت مولانا علامہ غلام محمد نقشبندی، مدرس جامعہ نعیمیہ، لاہور

۳۶- حضرت مولانا علامہ محمد اجمل رحمہ اللہ تعالیٰ، سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج، لاہور

۳۷- حضرت مولانا علامہ عبدالرشید قمر، لیکچرار گورنمنٹ کالج، فیصل آباد

۳۸- حضرت مولانا علامہ محمد نواز الحسنی، لیکچرار اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۳۹- حضرت مولانا علامہ قاری محمد بشیر نسیم، مدرس درس وڈے میاں، لاہور

۴۰- حضرت مولانا حافظ محمد حسین بدھراڑوی، لاہور

۴۱- حضرت مولانا علامہ حافظ عبدالغفور بدھراڑوی، خطیب جامع مسجد حنفیہ چوبان روڈ لاہور

۴۲- حضرت مولانا علامہ محمد عبداللہ باروی مظفر گڑھ

۴۳- حضرت مولانا علامہ محمد یونس، مدرس خدام الصوفیہ، گجرات

۴۴- حضرت مولانا علامہ شیخ احمد سیالوی مہتمم جامعہ شمسیہ نظامیہ، چنیوٹ

۴۵- حضرت مولانا علامہ محمد یوسف شاہ، مدرس شمس العلوم، کراچی

۴۶ ۔ حضرت مولانا علامہ محمد اشرف نقشبندی مہتمم جامعہ عثمانیہ، داروغہ والا لاہور
۴۷ ۔ حضرت مولانا علامہ عطا محمد قادری، مہتمم مدرسہ سلطانیہ، حاصل پور
۴۸ ۔ حضرت مولانا علامہ محمد رفیق چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ (مؤلف فیض عطا شرح کریما) گوجر خان
۴۹ ۔ حضرت مولانا علامہ غلام نبی نقشبندی، مہتمم دارالعلوم عطائیہ رضویہ نقشبندیہ گکھڑ
۵۰ ۔ حضرت مولانا علامہ محمد یعقوب ہزاروی، مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی
۵۱ ۔ حضرت مولانا علامہ محمد عبدالرشید قریشی " " " " " "
۵۲ ۔ حضرت مولانا علامہ محمد اقبال مصطفوی، خطیب جامع مسجد نور شاہ ولی، فیصل آباد
۵۳ ۔ حضرت مولانا علامہ عطا محمد کونڈی، . . . . . خطیب خوشاب
۵۴ ۔ حضرت مولانا علامہ مفتی محمود حسین شائق، . . . . خطیب منگلا
۵۵ ۔ حضرت مولانا علامہ کمال الدین، آزاد کشمیر
۵۶ ۔ حضرت مولانا علامہ شاہ نواز، مدرس جامعہ نعیمیہ، لاہور
۵۷ ۔ حضرت مولانا علامہ علی احمد سندیلی، مدرس جامعہ جماعتیہ، لاہور
۵۸ ۔ حضرت مولانا علامہ محمد اسلم، جھنگ
۵۹ ۔ حضرت مولانا علامہ قاری جان محمد کراچی
۶۰ ۔ حضرت مولانا علامہ سعید احمد اوکاڑا چھاؤنی
۶۱ ۔ حضرت علامہ مولانا محمد حنیف، خطیب جامع مسجد بغدادی، قائد آباد
۶۲ ۔ حضرت مولانا علامہ شاہ محمد، خطیب مدینہ کالونی، والٹن، لاہور
۶۳ ۔ حضرت مولانا علامہ محمد رشید پدھراڑوی، مدرس جامعہ غوثیہ، سرگودھا
۶۴ ۔ حضرت مولانا علامہ میاں اکبر علی، بالا، ضلع میانوالی
۶۵ ۔ حضرت مولانا علامہ حبیب امجد، مدرس جامعہ امینیہ رضویہ، فیصل آباد
۶۶ ۔ حضرت مولانا علامہ محمد اکرم جھنگوی، کراچی

۶۷- حضرت مولانا علامہ امام الدین، خطیب جامع مسجد شینخانوالی، فاروق آباد

۶۸- حضرت مولانا علامہ مفتی نواب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ، مدرس جامعہ رضویہ مظہر اسلام، فیصل آباد

۶۹- حضرت مولانا علامہ محمد صابر الامینی، خطیب کامونکی

۷۰- حضرت مولانا علامہ محمد شہباز خان رحمہ اللہ تعالیٰ، شاہوالہ، خوشاب

۷۱- حضرت مولانا علامہ منظور احمد، خطیب حافظ آباد

۷۲- حضرت مولانا علامہ صاحبزادہ معظم سلطان، دربار عالیہ سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ، جھنگ

۷۳- حضرت مولانا علامہ عبد الواحد، شادیہ، میانوالی

۷۴- حضرت مولانا علامہ نذر حسین، آجکل خدمت کے ساتھ استفادہ بھی کر رہے ہیں۔

۷۵- حضرت مولانا علامہ سید سکندر شاہ، مدرس جامعہ غوثیہ، گولڑا شریف

۷۶- حضرت مولانا علامہ مفتی محمد رفیق حسنی، مہتمم جامعہ اسلامیہ گلزار حبیب، کراچی

۷۷- حضرت مولانا علامہ شاہ حسین گردیزی، مہتمم دار العلوم مہریہ گلشن اقبال، کراچی

۷۸- حضرت مولانا علامہ عبد المالک، مہتمم جامعہ اکبریہ، میانوالی

۷۹- حضرت مولانا علامہ محمد مرتضیٰ، جامعہ عثمانیہ، فاروق آباد

۸۰- راقم الحروف محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور وغیرہم

حضرت علامہ شبیر احمد ہاشمی نے حضرت ملک المدرسین مدظلہ سے انٹرویو کرتے ہوئے سوال کیا کہ آپ کے تلامذہ کی تعداد اس وقت تقریباً کتنی ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا:

"میں تقریباً پچاس سال سے تدریس کر رہا ہوں، یوں تو بھیڑ کی بھیڑ ہے، مگر مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں نے پچاس سال میں پچاس مدرسین

ضرور تیار کیے ہیں، جن میں مولانا اللہ بخش مرحوم (واں بھچراں)، شیخ الحدیث مولانا غلام رسول (رضوی)، علامہ غلام رسول سعیدی، مولانا محمد اشرف سیالوی، مولانا محمد رشید کشمیری، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری وغیرہ شامل ہیں۔[۱]

تصانیف چونکہ حضرت ملک المدرسین نے اپنی تمام توجہ اور توانائی علوم دینیہ کی تدریس پر صرف کی ہے، اس لئے تصنیف کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دے سکے، تاہم درج ذیل تصانیف آپ کے رشحاتِ قلم سے تیار ہوئی ہیں:

۱۔ رُؤیت ہلال کی شرعی تحقیق، دو سو صفحات سے زائد

۲۔ قوالی کی شرعی حیثیت

۳۔ عقیدۂ اہل سنت، سُنّی کے جنازہ میں شیعہ شریک نہیں ہو سکتا۔

۴۔ اسلام میں عورت کی حکمرانی

۵۔ مغربی جمہوری پارلیمانی نظام اور اسلام (مقالہ)

۶۔ دیت المرأۃ، عورت کی دیت مرد سے نصف ہے

۷۔ کونسا حکمران، اسلامی نظام نافذ کر سکتا ہے؟

۸۔ امامتِ کبریٰ اور اُس کی شرائط

۹۔ دَرسِ نظامی کی ضرورت اور اہمیت (مقالہ)

۱۰۔ صرفِ عطائی، فارسی منظوم

۱۱۔ تحقیق وقتِ افطار (مقالہ)

۱۲۔ سیف العطاء، (نکاح سیدہ با غیر سید) وغیرہ

---

[۱] عطا محمد چشتی گولڑوی، علامہ: ماہنامہ ندائے اہل سنت، فروری ۱۹۹۰ء، ص ۷

ارباب علم کے تاثرات

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے راقم کو فرمایا:

"بندۂ خدا! منطق و معقول کے گھر میں رہ کر منطق کا کوئی سبق شروع نہیں کیا۔"

ایک دفعہ مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمہ اللہ تعالیٰ واں بھچراں ایک جلسہ میں تشریف لائے اور دوران گفتگو فرمایا:

"بندیال میں علم پڑھایا نہیں، بلکہ پلایا جاتا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ملک المدرسین کی نگاہ عنایت طلباء کے علمی اشتیاق کو آشنائے جنوں کر دیتی ہے۔

حضرت مولانا علامہ غلام مہر علی گولڑوی مدظلہ (چشتیاں شریف) فرماتے ہیں:

العلامة الجليل النبيل، رئيس المناطقة، رأس الفلاسفة بدر الاساتذة، صدر الجهابذة العلامة الحافظ عطا محمد البندیالوی[1]

حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج تھے۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو راقم مولانا قاضی عبد النبی کوکب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ عیادت کے لئے حاضر ہوا اور کچھ رسائل بھی پیش کئے۔ بعد ازاں قاضی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حاضر ہوتے، تو اُن کے درمیان درج ذیل گفتگو ہوئی:

"آج شام کو جب دوبارہ حاضرِ خدمت ہوا، تو فرمانے لگے میاں عبد الحکیم ماشاء اللہ فاضل آدمی معلوم ہوتے ہیں، رسائل خوب لکھے ہیں" میں نے ایک

---

[1] غلام مہر علی گولڑوی، علامہ: الیواقیت المہریہ (مکتبہ مہریہ چشتیاں شریف) ص ۱۰۰

نظر اُن پر ڈالی ہے۔

عرض کیا گیا: یہ مولانا عبدالحکیم، حضرت مولانا علامہ عطا محمد بندیالوی صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں، فرمایا: اچھا یہی بات ہے، میں نے اُن کے اکثر شاگرد قابل ہی دیکھے ہیں۔

اس کے بعد دیر تک حضرت علامہ بندیالوی کا تذکرہ فرماتے رہے، اُن کے کمال کے علاوہ ان کی خوش خلقی اور حسنِ تواضع کی بھی تعریف فرمائی۔ اس سلسلے میں واں بھچراں کے ایک جلسے کا حال سُنایا۔ اس جلسے میں تقریر کے لئے میں بھی مدعو تھا۔ سٹیج پر عظیم اور جید علماء موجود تھے اور علامہ بندیالوی بھی تشریف فرما تھے۔ جب یہ بات شروع ہوئی کہ جلسے کی صدارت کون کرے؟ تو علامہ بندیالوی بولے: مفتی صاحب کے ہوتے ہوئے اور کون صدر ہو سکتا ہے؟ بہرحال مجھے تقریر کے لئے باصرار کرسی پر بٹھایا اور خود دیگر علماء سمیت کرسیاں چھوڑ کر نیچے بیٹھ گئے۔ مجھے اس صورتِ حال کو قبول کرنے پر ایسا مجبور کر دیا گیا کہ میں دل ہی دل میں اس متواضعانہ اخلاق پر متعجب اور اپنے پہ نادم ہوتا رہا۔

اس کے بعد مفتی صاحب نے زور دے کر ارشاد فرمایا، دیکھو بھائی! میری ایک بات لکھ لو، جہاں کمال ہوگا، وہاں تواضع ہوگی، جہاں کمال نہیں ہوگا، وہاں تکبر ہوگا۔[1]

مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اُستاذ العلماء، ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد صاحب اس وقت ہمارے حلقۂ علمائے اہل سُنّت میں متقدمین اساتذۂ معقول و منقول

---

[1] عبدالنبی کوکب، علامہ: حیاتِ سالک (رضا اکیڈمی، لاہور) ص ۱۲۶، ۱۲۹

کی وراثتِ علمیہ کے وارث وامین ہیں . . . . . حضرت علامہ نے اس دور میں جس محنت اور ذوق سے تدریس کا کام کیا ہے، اُس کی مثال بمشکل ملتی ہے، اُن کی نسبتِ تلمذ نہایت فیض بخش ہے اور اُن کے اکثر تلامذہ چوٹی کے فضلاء اور بہترین مدرّس ثابت ہوئے ہیں . . . راقم الحروف دو تین بار حضرت علامہ بندیالوی کی ملاقات سے مشرف ہو چکا ہے، غایت لُطف و شفقت فرماتے ہیں۔ [1]

مولانا علامہ شبیر احمد ہاشمی رقمطراز ہیں :

مولانا بندیالوی طلباء کے لئے مرجعِ خاص ہیں، جہاں ہوں طلباء کی فوج ظفر موج ان کے گرد و پیش ہوتی ہے۔ تقریباً پچاس سال سے تدریس فرما رہے ہیں، مگر طلباء میں روزِ اوّل سے ایک محبوب استاد کا درجہ رکھتے ہیں۔ [2]

حضرت صاحبزادہ سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی مدظلّہ (گولڑا شریف) لکھتے ہیں :

مولانا متبحر عالمِ دین، علمائے سلف کی یادگار اور علمِ منطق میں خصوصی شہرت کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ استاذ العلماء کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ موصوف کی علمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مشہور مفسرِ قرآن علامہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ بھیروی الازہری اور مولانا سیّد محمود احمد رضوی جیسے متعدد علمائے وقت آپ کے زمرۂ تلامذہ میں شامل ہیں۔

---

[1] عبدالغنی کوکب، علامہ قاضی، (فٹ نوٹ) حیاتِ سالک ص ۲۸۔ ۱۲۷

[2] شبیر احمد ہاشمی، علامہ، ماہنامہ ندائے اہلِ سنت، لاہور، شمارہ فروری ۱۹۹۰ء، ص ۶

اس غیر معمولی تبحرِ علمی کے باوصف مولانا بندیالوی نہایت سادہ لباس زیبِ تن کرتے ہیں۔ ظاہر بین نگاہیں اُن کی سادگی دیکھ کر یہ محسوس نہیں کر سکتیں کہ کوئی عام آدمی یا علامۂ دوراں یا اُستاذ المناطقہ جا رہا ہے . . . . عمِ محترم سید شاہ عبد الحق صاحب مدظلہ نے بھی حضرت مولانا سے چند کتابیں پڑھیں، اس کے علاوہ علمی رشتے کے اعتبار سے مولانا بندیالوی راقم الحروف کے چچا اُستاد بھی ہیں۔ [1]

مولانا شاہ حسین گردیزی (کراچی) لکھتے ہیں:

اس وقت پاکستان بھر میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تدریس میں آپ کا کوئی مثیل ونظیر نہیں ہے۔ خیر آباد کی جانشینی کا ادعا آپ ہی کو زیب دیتا ہے۔ لاریب علم کے اس دورِ انحطاط میں آپ کا وجودِ مسعود خیر آباد کا روشن چراغ ہے۔ گزشتہ مدرسین کی وسعتِ علم کی نشانی اور عظمتِ کردار کی علامت ہیں۔ اس دور میں جس طرح آپ نے نئی نسل کو انتقالِ علم کیا، اس میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں۔

اس وقت ستر برس کی عمر ہے، مگر صحت جوانوں کی سی ہے، چہرہ پر زینتِ علم کی گُل کاریاں موجود ہیں، ویسے بھی خداوندِ جمیل نے آپ کو صورتِ جمیل عطا فرمائی ہے۔ کرتا تہبند، عمامہ یا ٹوپی زیبِ تن فرماتے ہیں اور سیاہ خضاب استعمال کرتے ہیں، خوش پوش، خوش خلق، خوش مزاج اور خندہ رُو ہیں، تاہم کبھی کبھی غصہ وغضب کی شعلہ نوائیوں میں چنگاریاں بھی اُڑاتے ہیں۔ درشتی ونرمی کا امتزاج رکھتے ہیں۔ [2]

---

[1] نصیر الدین، نصیر، علامہ سید: نام ونسب (گیلانی پبلشرز، گولڑا شریف) ص ۶۵-۳۶۴

[2] شاہ حسین گردیزی، مولانا: تجلیاتِ مہرِ انور (مکتبہ مہریہ، گولڑا شریف) ص ۴۳-۵۰

سادات کرام کی ذمہ داریاں

امام علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الصواعق المحرقہ میں اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل و مناقب احادیث مبارکہ کی روشنی میں شرح و بسط سے بیان کئے ہیں۔ علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الشرف المؤبد لآل محمد میں اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ راقم نے اس کتاب کا ترجمہ برکات آل رسول کے نام سے کیا ہے جو مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ کئی حضرات نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جنہیں پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چند امور وہ ہیں، جن کی رعایت ہر شخص کے لئے ضروری ہے، خاص طور پر اہل بیت کرام کے لئے تو بہت ہی ضروری ہے

۱۔ علوم شرعیہ کا حاصل کرنا، کیونکہ علم کے بغیر محض نسب کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ علوم شرعیہ، ان کے آداب، علماء اور متعلمین کے آداب حاصل کرنے کی تاکید کے دلائل ائمہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

۲۔ علوم دینیہ حاصل کئے بغیر آباؤ اجداد پر فخر نہ کرنا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ "بے شک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔"

امام ابن جریر (رحمہ اللہ تعالیٰ) وغیرہ راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے حسب و نسب کے بارے میں نہیں، بلکہ صرف تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو زیادہ متقی ہے۔

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم (بشمول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ قادری) کا احترام کرنا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

کے مطابق تمام اُمتوں سے افضل ہیں اور باتفاقِ محدثینِ صحیح حدیث؛ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ کے مطابق وہ اس اُمت کے افضل ترین افراد ہیں۔

اس کتاب (الصواعق المحرقۃ) کے پہلے مقدمہ میں ہم وہ احادیث بیان کرچکے ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام، اَصحابِ فضل و کمال ہیں۔ ان کی محبت واجب ہے، ان کے کمال کا عقیدہ رکھنا اور اُنہیں نقائص اور جہالتوں سے منزّہ ماننا ضروری ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اس اُمت کے سوادِ اعظم، اہلِ سُنّت و جماعت ہی کے ساتھ رہو، تم اہلِ بدعت و ہوا اور گمراہوں کے ساتھ ہرگز نہ رہنا، ورنہ تمہیں نسب کچھ فائدہ نہ دے گا اور ہو سکتا ہے کہ تم سے اسلام ہی سلب کرلیا جائے اور تم ابوجہل اور ابولہب کے زمرے میں شامل ہو جاؤ۔

۴۔ امام عالی مقام سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ اس عظیم شہادت کا تذکرہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع میں کوشش کرے روافض کی بدعتوں رونے پیٹنے، نوحہ زنی اور غم و حزن میں نہ ڈوب جائے، کیونکہ یہ مومنوں کے اخلاق میں سے نہیں ہے، ورنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کا دن، ان امور کے زیادہ لائق ہوتا، اسی طرح اہل بیت کرام کے خلاف تعصب رکھنے والے ناصبیوں کی طرح اس موقع پر خوشی اور مسرت اور زیب و زینت کا اظہار بھی ہرگز نہ کرنا چاہیے۔

۵۔ ہر شخص کو (حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے) اس نسب شریف کے لئے غیرت اور حفاظت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے تاکہ کوئی شخص ناجائز طور پر آپ کی طرف اپنی نسبی نسبت نہ کرسکے [1] (ملخصًا)

---

[1] احمد بن حجر مکی، امام: الصواعق المحرقۃ (مکتبۃ القاہرۃ، مصر) ص ۸۵-۱۸۱

سادات کرام کا عظیم ترین شرف یہ ہے کہ انہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ اس شرف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ علومِ دینیہ، تقویٰ و طہارت، اعمالِ صالحہ اور احوالِ باطنہ میں سب لوگوں سے آگے ہوتے، جبکہ آج حالت یہ ہے کہ اس طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے اور ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھادی گئی ہے کہ ہم سادات ہیں، چاہے جو کچھ بھی کرتے رہیں اور باقی لوگ امتی ہیں، حالانکہ سادات کرام سمیت تمام مسلمان حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔

دوسری بات بعض علماء نے ان کے ذہنوں میں یہ راسخ کر رکھی ہے کہ سیدزادی کا نکاح کسی بھی غیر سید مرد کے ساتھ یہاں تک کہ کسی بھی قریشی ہاشمی مرد کے ساتھ جائز نہیں، اگرچہ لڑکی بھی راضی ہو اور اُس کے قریبی رشتہ دار بھی راضی ہوں۔ اگر ایسا نکاح ہو گیا تو میاں بیوی کی معاشرت زنا قرار پائے گی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

غور فرمائیں آج تک لاکھوں کروڑوں سیدزادیوں کے نکاح اُن کے قریبی رشتہ داروں کی اجازت اور رضا سے غیر سید مردوں سے ہو چکے ہیں اور وہ ازدواجی زندگی بسر کر چکی ہیں اور کر رہی ہیں۔ یہ علماء ایمان کو حاضر کر کے اور خاندانِ نبوت کی عظمت کو پیشِ نظر رکھ کر بتائیں کہ کیا آپ کا یہ شدید ترین فتویٰ جسے دُہراتے ہوئے بھی قلم کانپ جاتا ہے، اُن سیدزادیوں کی تعظیم ہے یا توہین؟

حضرتِ اعلیٰ سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پرپوتے اور حضرت بابوجی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے، فاضل جلیل بقول حافظ مظہر الدین رومی جامی کی صدائے بازگشت" صاحبزادہ نصیر الدین نصیر گیلانی مدظلہ نے اپنی تصنیف نام ونسب (شائع شدہ ۱۹۸۹ء) میں اس مسئلے پر بڑے معقول اور مدلل انداز میں روشنی ڈالی ہے تفصیل تو اس کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ سطورِ ذیل میں اس کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو غیر کفو میں سیدہ کے نکاح کر لینے کی صورت بھی وہی بنتی ہے جو غیر سیدہ کے لئے ہے، مثلاً یہ کہ اگر کوئی سید خاندان کی لڑکی اپنے ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر غیر کفو میں شادی کر لیتی ہے، تو اُس کا نکاح منعقد نہ ہوگا، اور اگر سیدہ بالغہ غیر کفو میں شادی کرنے پر رضامند نہیں، مگر ولی اس کی مرضی کے بغیر غیر کفو میں شادی کر دیتا ہے، تو از رُوئے شریعتِ محمدی ایسا نکاح بھی درست نہ ہوگا، کیونکہ لڑکی عاقلہ بالغہ ہے، اسے خود بھی اپنی زندگی کے بارے میں سوچنے کی کھلی اجازت ہے ..... اور اگر سیدہ اور اُس کا ولی غیر کفو میں شادی ہو جانے پر رضامند ہیں، تو وہ نکاح درست اور نسب ثابت ہوگا۔ بہرحال یہ جو بعض سادات سمجھتے ہیں کہ ان کی کسی عزیزہ یا بیٹی کا نکاح غیر کفو میں ہو ہی نہیں سکتا یا از رُوئے قرآن وحدیث ناجائز ہے، تو یہ محض اُن کی خوش فہمی ہے، ہمیں کوئی ایسی نص قطعی نہیں ملتی، جس سے سادات کے اس عقیدہ کو ثابت کیا جا سکے۔ [1]

اس سلسلے میں مانعین، فتاویٰ مہریہ (ص ۱۲۵-۳۳) سے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ کا ایک فتویٰ پیش کرتے ہیں، جس کا زیر بحث مسئلہ سے تعلق ہی نہیں ہے، کیونکہ گفتگو تو اس صورت میں ہے کہ اگر رشتہ داروں کی رضا اور اجازت سے سیدزادی کا نکاح غیر سید سے کر دیا گیا تو یہ نکاح صحیح اور لازم ہوگا یا نہیں؟ جبکہ فتاویٰ مہریہ میں جس سوال کا جواب ہے، اس میں تصریح ہے کہ ایک شخص نے سیدہ سے ایسی حالت میں نکاح کیا کہ اس کے قریب یا بعید ولی سے

[1] نصیر الدین نصیر گیلانی، علامہ، سید: نام ونسب ص ۸۵-۸۴

رضا اور اجازت طلب نہیں کی گئی، اس سے بڑا غلطِ مبحث کیا ہو سکتا ہے ؟ کہ ایک صُورت کا حکم دوسری صورت پر چسپاں کر دیا جائے ۔

صاحبزادہ صاحب استفتار کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

اگر سوال کیا جاتا کہ ایک سیدہ اپنی اور اپنے ولیوں کی رضامندی سے کسی غیر کفو میں نکاح کرے ــــ تو آیا ایسا نکاح شرح محمدی کی رُو سے جائز ہوگا ؟ اگر اس کے جواب میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ یہ جواب فرماتے کہ سیدہ اور اس کے اولیار کی رضامندی کے باوصف بھی سیدہ کا نکاح غیر کفو میں نہیں ہو سکتا، تو پھر بات صاف تھی، مگر آپ نے ایسے نکاح کو ناجائز قرار دیا، جس میں منکوحہ کے قریب اور بعید کے ولی بالکل رضامند نہیں، اور اغوا کی ایسی صورت میں تو کسی بھی عورت کا نکاح، چاہے وہ اعلیٰ خاندان کی ہو یا ادنیٰ کی، از رُوئے شرع شریف منعقد نہیں ہوگا، صُورتِ مذکورہ صِرف سادات ہی کے ساتھ مختص نہیں، بلکہ قیامت تک آنے والی ہر عورت کے لئے ہے، بشرطیکہ وہ مومنہ ہو۔ [1]

کچھ عرصہ تو اس کتاب کی طرف کسی کی توجہ نہیں گئی، جونہی اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی، ایک خاص فکر رکھنے والے علمار میں ہیجان پیدا ہو گیا، صاحبزادہ صاحب کے خلاف محاذ بنالیا، ان کی کتاب کی تقسیم بند کرا دی گئی، اور کئی طرح سے ان پر دباؤ ڈالا گیا کہ اپنی اس تحقیق سے رجوع کریں، لیکن صاحبزادہ صاحب نے یہ مؤقف سُنی سُنائی، واعظانہ باتوں یا جذباتی تخیلات کی بنار پر نہیں، بلکہ پورے عالمانہ اور دیانتدارانہ غور و خوض اور تحقیق کے

---

[1] نصیر الدین نصیر گیلانی، علامہ سید: نام و نسب ص ۹۰ - ۸۹

بعد تیار کیا تھا، اس لئے وہ اپنے مؤقف پر قائم ہیں اور اُن کی پیشکش ہے کہ کسی عالم کو میرے مؤقف سے اختلاف ہو تو براہِ راست گفتگو کر کے مجھے قائل کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ صاحبزادہ صاحب کی استقامت نے قرونِ اُولیٰ کے متدین اور متصلب علماء کرام کی یاد تازہ کر دی ہے اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی بھی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے کتاب و سُنّت اور فقہائے اُمّت کی تحقیقات کی طرف رجوع کی ضرورت ہوتی ہے، محض زورِ بیان، قوّتِ قلم یا جذباتی گفتگو سے تو علمی اور دینی تحقیق کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ پھر مسائلِ دینیہ میں تو افہام و تفہیم کی ضرورت ہوتی ہے، کسی پر اپنا موقف ٹھونسنے کی گنجائش قطعاً نہیں ہوتی۔

اسی دوران اُستاذ العصر، ملک المدرسین حضرت علامہ مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی کو اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش کی گئی اور انہیں فتاوٰی مہریہ کا حوالہ دیا گیا، جس کا اس سے پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ اُستاذ العلماء نے فرمایا، میں نے ابھی اس پر غور نہیں کیا۔ اس کے بعد چاہیئے تو یہ تھا کہ ان کے سامنے فتاوٰی مہریہ پیش کیا جاتا اور اُن کی رائے معلوم کی جاتی۔ بجائے اس کے گولڑہ شریف کے عرس کے موقع پر لاکھوں کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے ایک عالم نے اُستاذ الاساتذہ پر تند و تیز تنقید کی اور سینے کے زور پر اپنے موقف کی حقانیت ثابت کرنے کی کوشش کی۔ میری طرح نہ جانے کتنے لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ اس طرزِ عمل کا کیا جواز تھا؟ جس کے ساتھ اختلاف تھا، وہ کوئی غیر تو نہ تھا۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت اُستاذ العلماء مدظلہ العالی، مرشدِ کامل حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مخلص مرید حضرت خواجہ پیر سیّد غلام محی الدین شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بااعتماد مرید اور وہ خود محسنِ اہلِ سُنّت ہیں، جنہوں نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک علومِ دینیہ کی مسندِ تدریس کو زینت بخشی اور سینکڑوں مدرسین تیار کئے۔ حضرت شیخ القرآن علامہ

محمد عبد الغفور ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا احترام کرتے تھے اور بھرے اجتماعات میں ان کی تدریسی قابلیت اور خدمات کا اعتراف کیا کرتے تھے۔ کیا پوری قوم کے محسن کے ساتھ یہی رویہ روا رکھنا چاہیے تھا؟ کیا دین، طریقت، اور تصوّف کی یہی تعلیم ہے؟ کیا مشائخ کرام کا یہی انداز ہے؟ مشائخ کرام اپنے اخلاقِ عالیہ اور الطافِ کریمانہ سے دلوں کی دنیا تسخیر کیا کرتے تھے، کیا ہم نے تسخیر کا کوئی نیا طریقہ دریافت کر لیا ہے؟

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ؎

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا — دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسّر شود ایں مقام — کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ اس موضوع پر کئی رسائل لکھ کر شائع کئے جا چکے ہیں، اس کے باوجود اطمینان ہے کہ حاصل نہیں ہو رہا، کاش کہ یہ حضرات اس مسئلے کو پبلک کے سامنے لانے سے پہلے پیر صاحب گولڑہ شریف کی موجودگی میں مل بیٹھ کر تبادلۂ خیال کر لیتے اور کسی متفقہ فیصلہ پر پہنچنے کی کوشش کرتے۔ اب ایک صورت یہ ہے کہ اس مسئلے کو وفاقی شرعی عدالت کے سامنے پیش کر دیا جائے اور فریقین اپنے دلائل پیش کریں اور فیصلہ حاصل کریں۔ اس طرح عوام میں پائے جانے والے اضطراب کا خاتمہ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز!

سیف العطار یہ وہ پس منظر ہے جس کی بناء پر حضرت استاذ العلماء مدظلہ العالی کو اس مسئلے پر قلم اُٹھانا پڑا اور انہوں نے تحقیق کا حق ادا کر دیا، تاہم اس سے صرفِ نظر کر کے مطالعہ کیا جائے، تو قارئین کرام کو نفسِ مسئلہ میں کوئی اُلجھن نہیں رہ جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز

خلاصۂ مبحث تفصیل تو آپ اُستادِ گرامی کے علمی اور تحقیقی مقالہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ درج ذیل سطور

میں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

لغت میں کفارۃ کا معنی برابری ہے، جبکہ شرعی طور پر مرد کا درج ذیل چھ امور میں عورت کے برابر ہونا مراد ہے: (۱) اسلام (۲) آزادی، (۳) تقوٰی (۴) نسب (۵) مال (۶) پیشہ۔ عورت اور اس کے رشتہ داروں کے لئے یہ بات باعثِ عار ہے کہ وہ ان امور میں کم تر مرد کی بیوی بنے۔

نکاح کے لازم ہونے کے لئے مرد کا نسبی طور پر عورت کے لئے کفو اور ہمسر ہونا شرط ہے یا نہیں؟ حضرت امام مالک، امام سفیان ثوری اور احناف کے ائمہ میں سے امام ابوالحسن کرخی اور امام ابوبکر جصاص (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے نزدیک شرط نہیں ہے ——— امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کفو ہونے کا اعتبار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب آپس میں کفو ہیں، دوسرے قریشی اُن کے کفو نہیں ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بنو ہاشم اگرچہ تمام قریش سے افضل ہیں، تاہم قریش کے تمام قبائل آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دیگر امور کے علاوہ نسب میں بھی مرد کو عورت کا کفو ہونا چاہیے، لیکن یہ عورت اور اُس کے رشتہ داروں کا حق ہے؛ وہی اگر اپنے حق کو ساقط کر دیں تو کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

مخصوص ذہن رکھنے والے بعض علماء فرماتے ہیں کہ سیدزادی کا کفو صرف سید ہی ہو سکتا ہے۔ اُن کے نزدیک قریشی ہاشمی بھی سیدہ کا کفو نہیں ہے، جب تک وہ سید نہ ہو اور اس کا نکاح سیدہ کے ساتھ حرام ہے، اگرچہ سیدہ بھی راضی ہو اور اُس کے رشتہ دار بھی راضی ہوں ——— یہ فتوٰی نہ صرف ائمہ احناف کے خلاف ہے، بلکہ امام مالک اور امام شافعی (رحمہما اللہ تعالیٰ) کے بھی خلاف ہے

اس متشددانہ فتوے کا نتیجہ ہے کہ بعض امیر کبیر سادات اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے رشتہ داروں میں اس لئے نہیں کرتے کہ وہ غریب ہیں، اور غیر سادات میں اس لئے نہیں کرتے کہ اُدھر حرام کا فتویٰ موجود ہے، نتیجہ یہ کہ ان صاحبزادیوں کو مجبوراً تجرد کی زندگی گزارنا پڑتی ہے، اس کا وبال کس کے سر ہوگا؟

آخر میں پورے خلوص اور دردِ دل کے ساتھ حضرات علماء کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ اپنی تمام علمی، فکری اور مالی توانائیاں صرف اسی مسئلہ پر نہ صرف کر دیجئے۔ دُنیا اکیسویں عیسوی صدی میں داخل ہو رہی ہے۔ ہر قوم اس سوچ بچار میں مصروف ہے کہ ہمیں اپنی کوتاہیوں کا ازالہ کر کے کس طرح پُر وقار انداز سے نئی صدی میں داخل ہونا چاہیے؟ اہلِ سنت و جماعت کو مسلکی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اَن گنت مسائل درپیش ہیں، کچھ ان کی بھی فکر کیجئے! ورنہ

ع ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

محمد عبدالحکیم شرف قادری
لاہور

۹ رجب ۱۴۱۴ھ
۲۲ دسمبر ۱۹۹۳ء

ابتدائیہ سیف العطاء

استاذ العصر، ملک المدرسین حضرت علامہ مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی نے

۲۳ اپریل ۱۹۸۷ء کو سامان تشفی و تسکین فراہم فرمایا۔

بخدمت گرامی قدر جناب مولوی محمد عبدالحکیم صاحب، سلمہ رب تعالیٰ۔ از طرف عطا محمد

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کے والد صاحب کے وصال کی خبر پڑھ کر بڑا افسوس ہوا، آپ کا ۱۵ رمضان المبارک کو موصول ہوا، رات کو بعد از تراویح تمام نمازیوں نے ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور تین تین بار سورۃ اخلاص پڑھ کر آپ کے والد بزرگوار کو ایصال ثواب کیا، دعا ہے کہ رب العزت ان کی مغفرت فرماوے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور درجات کی بلندی سے سرفراز فرماوے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے، آمین۔

حررہ عطاء محمد لاڈھو کر دمن بدھراڑ

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ کی مطبوعات

نورالایضاح مجلد	۱۲۵
نورالایضاح غیر مجلد	۱۰۵
اسلامی عقائد	۷۵
آداب شب عروسی	۹
اسلامی عقائد	۷۵
اسلامی نظام جامع عبادت و سیاست	۱۵
امام احمد رضا اپنوں اور غیروں کی نظر میں	۷/۵۰
امتیاز حق	۲۹
ایذان الاجر	۹
ایصال ثواب (الحجۃ الفائحہ)	۹
باغی ہندوستان	۱۲۰
بساتین الغفران عربی دیوان امام احمد رضا	۲۵۰
تاریخ تنڈولیاں	۲۱/-
تذکرہ اکابر اہلسنت	
خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس	۷۵/-
دو اہم فتوے	۱۸/-
الدولۃ المکیہ (انگلش)	۳۶
زندہ جاوید خوشبوئیں	۶۶
شفاعت مصطفیٰ (تحقیق الفتویٰ)	۱۲۰
عظمت مصطفیٰ	۱۰۰/-
العلامہ فضل حق الخیر آبادی (عربی)	۲۰۰/-
گستاخ رسول کی شرعی حیثیت	۷۵/-
المعجزہ و کرامات الاولیاء (عربی)	۱۵/-
اقامۃ القیامہ (عربی)	۲۴/-
مقالات سیرت طیبہ	۹۰/-
مدینۃ العلم (عربی)	۱۸/-
مزارات اولیاء	۱۲۰
من عقائد اہل السنۃ (عربی)	۱۰۰/-
نور نور چہرے	۱۱۰/-
یاد اعلیٰ حضرت	۲۱/-

درسی کتب

انتخاب	۲۶/-
بدائع منظوم	۱۸/-
پند نامہ	۱۸/-
تحفہ نصائح	۳۰/-
جواہر المنطق	۲۷/-
صرف بہترال	۳۳/-
علم التجوید	۱۸/-
العقائد والمسائل اردو	۳۴/-
العقد النامی	۱۲۰
قانونچہ کھیوالی	۲۴/-
کریما سعدی	۵/۵۰
توضیح قاری غلام رسول	۱۲/-
المقدمۃ الجزریہ (مترجم) مع تحفۃ الاطفال	۱۲/۵۰
المرقاۃ (عربی حاشیہ)	۳۹/-
میزان الصرف مع منشعب	۱۵/-
نام حق	۹
نحو میر	۲۶
اہمیت علم تجوید	۷/۵۰
فارسی قاعدہ	۹/-
دعا بعد از نماز جنازہ	۹
خطبات رضویہ	۹/-

ہمارے پاس اسلامی لٹریچر، تنظیم المدارس کے مطابق طلباء اور طالبات کا نصاب، بریلی شریف کی پانچ اور چوبیس نقوش والی انگوٹھیاں، تعویزات دستیاب ہیں۔ خود تشریف لائیں یا بذریعہ ڈاک طلب کریں

مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور